ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اکتوبر سنہ ۱۹۸۶ء

ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

پیل [illegible]
پرنط [illegible]
مط [illegible]
مق [illegible]
کت [illegible]

ماہنامہ

انصار اللہ ربوہ

اکتوبر ۱۹۸۶ء

ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

مدیرانِ اعزازی
• ملک صلاح الدین صاحب بھارت
• مبارک احمد صاحب ساقی لندن
• کمال یوسف صاحب سکنڈے نیویا

جلد نمبر ۲۷
شمارہ نمبر ۱۰

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ
کتابت: حمید الدین

فہرست

شرحِ چندہ

پاکستان ———— بیس روپے سالانہ

امریکہ، کینیڈا } بذریعہ ہوائی ڈاک : پندرہ ڈالر سالانہ
جزائر فجی } " بحری " : آٹھ " "

دیگر ممالک } " ہوائی " : چھ پونڈ "
" بحری " : تین " "

قیمت فی پرچہ: دو روپے

اداریہ

حُسنِ تربیت ــــ ایک اہم ضرورت

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بعثت کی غرض دُنیا میں اخلاقی اور روحانی طور پر انقلاب نو لانا تھا۔ عہدِ رفتہ کی یادوں کو زندہ کرنا اور تمام فاصلے ختم کرکے مخلصین اور محبّین کا ایسا گروہ پیدا کرنا تھا جو خلق و خُلق میں اپنے اسلاف کا ہمرنگ ہو اور پیشگوئی ما انا علیہ و اصحابی کی عملی تصویر ہو۔

چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ضرورتِ زمانہ کے تحت جب اس وجودِ مسعود کو مبعوث فرمایا تو تھوڑے عرصہ میں آپ کو وہ عظیم الشان جماعت بھی عطا فرمائی جو قربانیوں کے اعلیٰ معیار میں واقعی اپنے آغاز سے یگانگت رکھتی تھی۔ جان، مال، وقت اور عزّت الغرض ہر قسم کی قربانی میں قرونِ اُولیٰ کی یاد تازہ کر دی۔ بچّے، بوڑھے، جوان مرد و زن سب ایک ہی جذبہ سے سرشار اور ایک ہی دُھن میں مست نظر آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا پرچم بلند ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کی قندیلیں ہر قلب میں روشن ہوں۔

یہ جذبہ ایک وقتی جذبہ نہیں بلکہ اس کو دوام حاصل ہے اور جو قوم اِس جذبہ کو حرزِ جان بنائے گی وہ حیاتِ ابدی سے ہمکنار ہوگی۔ غلبہ اس کا مقدر بنے گا۔ کامیابیاں اُس کے قدم چُومیں گی۔ اِس لئے بڑی خوش قسمت ہے وہ جماعت جو اِس جذبہ کو نہ صرف اپنی ذات میں زندہ رکھتی ہے بلکہ اپنی نسلوں کو بھی اس سے سرشار کرتی ہے اور اس طرح سے اس جذبہ کے دوام کی برکت سے خود بھی بقائے دوام سے سرفراز ہوتی ہے لہٰذا قوم کی زندگی کے لئے اس جذبہ کو زندہ رکھنا بڑا ضروری ہے۔

اِس جذبے کی زندگی ایک مسلسل، اَن تھک اور پُر حکمت جدّوجہد اور حسنِ تربیت کی متقاضی ہے جس کے لئے ہر فردِ جماعت کو ایک اہم اور مؤثر کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ نیز تربیت کے اس عمل میں دعا، حکمت، سنجیدگی اور دوام بنیادی عنصر ہیں ان کے بغیر تربیت کا عمل ناپختہ، ناپائیدار اور وقتی ہوتا ہے جو عمر کے کسی حصہ میں جاکر توقعات کے برعکس نتائج پیدا کرتا ہے۔

بچّے کی اصل تربیت گاہ گھر ہے اور والدین اس کے پہلے مربّی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں اس ضمن میں گرانقدر نصائح فرمائی ہیں اور قبل از وقت پیش بندی کے طور پر دعاؤں کے ایک ذخیرہ کے ساتھ ساتھ عملی تدابیر اختیار کرنے اور عملی نمونہ پیش کرنے پر زور دیا ہے۔ اُمّ کا لفظ ہی اس حقیقت کا غمّاز ہے کہ بچے کی پہلی درسگاہ ماں کا وجود ہے۔ کیونکہ اُمّ کے لفظ سے قصد، وہ دھاگہ جو بنیاد پر اس لئے کھینچا جاتا ہے کہ تعمیر سیدھی بنیاد پر اُٹھے امامت، قابلِ تقلید مثال کے مفاہیم نکلتے ہیں۔ گویا ایک عورت جب ماں بننے کا قصد اور ارادہ کرے تو اس وقت سے ہی ایسے خطوط کو اختیار کرے، ایسی روش اپنائے کہ بچے کے بنیادی خمیر میں صراطِ مستقیم کا عنصر داخل ہو جائے اور کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ کی حقیقت میں والدین کا بھی بنیادی کردار شامل ہو جائے۔ پھر پیدائش کے بعد امامت کا مفہوم جلوہ گر ہوتا ہے کہ ماں کی بچہ تقلید کرتا ہے اور ماں وہ نمونہ ہے جسے ہر وقت بچہ اپنے سامنے رکھتا اور اس سے اخذ کرتا ہے۔ اس لئے ماں اور باپ کو ہمیشہ تقویٰ کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنانا چاہیئے جو نکاح اور ازدواجی تعلقات کی اصل جڑ ہے تا اللہ اور اس کے رسول کی محبت وہ پہلی غذا ہو جس کو وہ کھائے تقویٰ وہ پہلا بیج ہو جو اس ننھی سی زرخیز زمین میں بویا جائے۔ یہی حکمت اور فلاسفی پنہاں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم میں کہ بچے کی پیدائش پر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ اور دعا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا بھی کنایۃً اسی حقیقت کی غمّاز ہے کہ ماں باپ کی حیثیت میں ہم بچوں کے لئے امام کی تو حیثیت رکھتے ہیں لیکن اے خدائے قدوس ہماری اولاد متقی ہو، ہماری نسل میں پیدا ہونے والا ہر بچہ تقویٰ کی راہ پر گامزن ہو۔ خدا تعالیٰ کی رضا کا جو یا ہو۔ یہ دعا ایک زرّیں اصول کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ گندم از گندم بروید جو ز جو کہ جب اصل میں تقویٰ کا خمیر نہیں ہو گا تو نسل میں کیسے جاگ لگے گی اس لئے اگر متقی نسل کے امام بننے کی تمنّا ہے تو امام کی تو اقتداء کی جاتی ہے اس لئے اس نخلِ تمنّا کی سیرابی تو امام کے اندر موجزن چشمۂ تقویٰ سے ہو گی۔ چنانچہ اُمّ کا ایک مفہوم قابلِ تقلید مثال بھی ہے اور اس سے والدین کی حیثیت اور ان کی اہم ذمہ داری متعین ہوتی ہے کہ والدین کو ہر وصف میں اعلیٰ نمونہ اور ہر خوبی کا مرقع ہونا چاہیئے۔ جب تک ان میں اُسوۂ کاملہ کی جھلک نمایاں نہیں ہو گی بچوں سے اس ضمن میں پھر کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ تو کس طرح اللہ تعالیٰ نے اُمّ کا لفظ اختیار فرما کر بچے کی نگہداشت، پرورش، اس کی روحانی و جسمانی غذا، تعلیم و تربیت کا پورا خاکہ کھینچا ہے جس میں حسین رنگ بھرنے کے لئے والدین اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اُمّۃ کا لفظ استعمال ہؤا ہے جو اسی مادہ سے نکلا ہے اس کے پیچھے بھی ایک گہری حکمت کار فرما ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ اولوالعزم، وفادار اور تقویٰ شعار نبی ہیں جنہوں نے قربانی کے مفہوم کو رفعت بخشی، رضائے الٰہی کی خاطر اپنے ارمانوں کا خون کرکے اپنی پیاری بیوی اور اپنے درمیان ہجر کی وادیاں حائل کر دیں۔ محبّتِ الٰہی میں اپنے اکلوتے بیٹے کی محبت کو قربان کرتے ہوئے معصوم اور بلکتی ننھی جان کو بظاہر موت کے پنجہ میں دے دیا لیکن عرش کا خدا جاں نثاری کے اس مظاہرہ کو دیکھ رہا تھا اس نے اس فنائیت کو بقا کی قبا پہنائی اس نے حضرت ہاجرہؓ کے ہجر کے صدقے اس مقام کو وصلِ الٰہی کا مرکز اور عرفانِ الٰہی کا مورد قرار دیا۔ اس نے حضرت اسمٰعیلؑ کے سسکتے معصوم ہونٹوں کے صدقے چشمۂ زمزم جاری کر دیا کہ تا آئندہ آنے والی نسلیں قربانی کے اس جذبہ سے اپنی روحانی تشنگی کو سیراب کریں۔ تو آپ کے لئے اُمّت کے لفظ کا استعمال معنی خیز تھا۔ آپ واقعی "لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا" کے مصداق تھے۔ آپکی ذُرّیّت میں نبوّت کی نہر جاری ہوئی جس کے آپ امام ٹھہرے نیز آپ کو قرآن کریم میں اُسوۂ حسنہ قرار دیا گیا۔

یہ عجیب بات ہے کہ قرآن کریم میں صرف دو نبیوں کو اُسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور دوسرے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اُسوۂ حسنہ کے لئے اعلیٰ تربیت کو معیار قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کی حُسنِ تربیت میں ایسا عدیم المثال نظارہ پیش کیا کہ ایک طرف ان کی گردنیں يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ کا نعرہ لگاتے ہوئے رضائے باری کی چھری سے ذبح ہونے کے لئے بیقرار تھیں تو دوسری طرف ان کے عزیز ترین جوہر انبیاء کے رُوپ میں ڈھلتے جا رہے تھے اور اسی مایۂ ناز فخر کی وجہ سے آپ ابوالانبیاء کے لقب سے نوازے گئے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی اولاد کا تو ذکر ہی کیا آپؐ کی روحانی اولاد کی تربیت کا معیار اتنا بلند تھا کہ وقت آنے پر انہوں نے بھی اپنے عہد کو خوب نبھایا یعنی "ہم آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے ہم آپؐ کے پیچھے بھی لڑیں گے۔ ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے ہم آپؐ کے بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن آپؐ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو چیرتا ہؤا نہ گذرے۔" یہ بھی ایسا دلآویز منظر تھا کہ خدا تعالیٰ نے پکار کر گواہی دی مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ اور رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کے الفاظ میں خوشنودی کا سرٹیفکیٹ دیا۔

اِن دو مقدس وجودوں کو ہی اُسوۂ حسنہ قرار دینا اِس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ تربیتِ اولاد میں کمال تاثیر ہی اس مقام کے لئے بطور زینہ ہے اور والدین کے لئے اس میں عظیم درس ہے کہ

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔

کی دعا اس وقت تک نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوگی اور اس وقت تک تربیت مؤثر نہیں ہوگی جب تک تم خود امام کی صفات کے مظہر نہیں بنتے۔ اُسوۂ حسنہ کی مثال پیش نہیں کرتے۔ پہلے والدین کو چاہیئے کہ اپنے اندر صفتِ ابراہیمی کو پیدا کریں اور اُسوۂ محمدیؐ سے اپنے کردار کو سنواریں تا اس نمونہ سے بچّوں کو بھی وہی رنگ اپنانے کی ترغیب و تحریص ہو۔

جماعتِ احمدیہ کے اِس دَورِ ابتلاء میں والدین کی یہ ذمّہ داری اور زیادہ اہمیّت اختیار کر جاتی ہے۔ ہمارے ننھے اطفال مسلسل ایسے دَور سے گذر رہے ہیں جس میں کئی قسم کی پابندیاں ہیں عقائد کی ادائیگی پر قدغن ہے۔ بعض مذہبی روایات بجالانے پر قید و بند کی سزا ہے اِس لئے اِس دَور میں ان ننھے مُنّے اطفال کی تربیت کے ضمن میں ہم پر لازم ہے کہ اپنے سیرت و کردار کو اُسوۂ محمدی کے نور سے چمکائیں اور پھر اس نور کو اپنی نسل میں ایسے رنگ میں منعکس کریں کہ اس کا کوئی گوشہ تاریک نہ رہے اور ہماری آئندہ نسل ان تمام اخلاقی و روحانی اقدار سے آراستہ ہو جو احمدیت ہم میں پیدا کرنا چاہتی ہے۔

جماعتِ احمدیہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے تربیت کے نقطہ نظر سے ذیلی تنظیموں کا نظام بھی موجود ہے اس میں بھی والدین کو مؤثر کردار ادا کرنا چاہیئے اور ہر تنظیم کے پروگرام کو کامیاب بنانے کیلئے پورا پورا تعاون کرنا چاہیئے یہی ہماری زندگی کا ثبوت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک برضاء و رغبت جماعت کے علمی، اخلاقی اور روحانی پروگراموں میں شریک ہو۔ بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ وجود جو ابتلاؤں کے اس دَور میں اپنے کردار میں زندگی پیدا کرتا اور اس زندگی کو آگے اپنی اولاد کے کردار میں جاری کرتا ہے۔

عزمِ وفا

کب اُس نے شفقتوں سے پکارا نہیں ہمیں
اُس مہرباں خدا نے بسارا نہیں ہمیں

"سب خیر ہے اسی میں کہ اُس سے لگاؤ دل"
اُس کے سوا کسی کا سہارا نہیں ہمیں

دل سے جمالِ حُسنِ محمدؐ پہ ہیں فدا
اس سے زیادہ کوئی بھی پیارا نہیں ہمیں

جاں دے کے اُس کے نام کو روشن کریں گے ہم
دیکھیں تو اس میں کوئی خسارا نہیں ہمیں

دانشورانِ شہر نے اے ربِّ ذوالجلال
کن آزمائشوں سے گزارا نہیں ہمیں

بنتے ہیں لوگ کیوں مرے ایماں کے ترجماں
یہ خوئے ناگوار گوارا نہیں ہمیں

ازبر ہیں حق شناسی و حق گوئی کے کمال
قدرت نے کس ہنر سے سنوارا نہیں ہمیں

عزمِ وفا و صدق ہے سرمایۂ سخن
کچھ فنِّ شاعری نے نکھارا نہیں ہمیں

نادر قریشی
راولپنڈی چھاؤنی

خلاصہ خطبات حضرت امام جماعت احمدیہ

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ر اگست ۱۹۸۶ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے انتہائی دُکھ کے ساتھ مردان میں جماعتِ احمدیہ کے خلاف ہونے والے واقعہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس کے بعض انتہائی افسوسناک پہلوؤں سے احباب کو مطلع فرمایا۔ اس واقعہ کی تفصیلات بتانے کے بعد حضور نے فرمایا کہ ان حالات میں جہاں ایک احمدی کا دل دُکھتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں پر نظر کرتے ہوئے دل شکر کے جذبات سے بھی بھر جاتا ہے۔ حضور نے اس ضمن میں گزشتہ سال میں جماعتِ احمدیہ کی بیرونِ پاکستان دو صد "بیوت السجود" کی تعمیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس خبر کا ایک ملک میں یہ اثر ہوا کہ وہاں کا ایک متعصب طبقہ جماعتِ احمدیہ پر ہونے والے خدا کے فضلوں کو ظلم تصور کرنے لگا۔ پس ان کا یہ غصہ ہم پر نہیں بلکہ خدا پر ہے کہ احمدیوں پر کیوں خدا تعالیٰ کے فضل نازل ہو رہے ہیں۔ حضور نے جماعت کو نصائح کرتے ہوئے فرمایا کہ اِن حالات میں ہمارا کام صبر ہے، دعا ہے اور اِس معاملے کو خدا پر چھوڑ دینا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخالفینِ حق کی طرف سے جو بے انتہا دُکھ دیئے گئے تھے حضور نے اس ضمن میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دُکھوں کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ تلقین فرمائی تھی کہ تُو اس طرح صبر کر جس طرح تجھ سے پہلے اولوالعزم انبیاء نے صبر کا نمونہ دکھایا۔

حضور نے اس قرآنی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر خلق میں دوسرے ہر نبی سے اتنا آگے بڑھے کہ دوسرا کوئی نبی اس مقام تک پہنچ نہیں سکا۔ اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ حکم کیوں دیا؟ اس کے سوائے اس کا اور کوئی معنی نہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یوں تو ہر نبی صبر کے میدان میں اولوالعزمی دکھاتا رہا ہے لیکن تم اولوالعزمی اور صبر میں ان سب سے آگے بڑھ جاؤ اور اس میں جِلا پیدا کرو۔

حضور نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے غلام ہوتے ہوئے ہمیں یہ دُکھ دیکھنے تھے اور یہ ہمارے مقدر میں تھے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرح مسلسل دُکھ اُٹھا کر صبر کریں اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے اور یقیناً ہم کر رہے ہیں تو پھر یقین رکھیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو صبر کا بے انتہا شیریں پھل عطا فرمایا تھا، وہ جماعتِ احمدیہ کو بھی آپؐ کی غلامی کی برکت سے پھل عطا کرے گا۔ اس کے بعد حضور نے حضرت فضلِ عمر کا یہ شعر پڑھا کہ ؎

"تم دیکھو گے کہ انہی میں سے قطراتِ محبت ٹپکیں گے
بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو"

فرمایا: پہلے بھی اسی طرح کے بھیانک دَور گزرے ہیں اور پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے لیکن ان خوفناک بادلوں پر، جو خون برسا رہے ہیں آپ کا صبر غالب آئے گا اور آپ کی آہیں ان کی صفات کو تبدیل کر دیں گی اور یہ خون برسانے والے بادل رحمت کی بارش برسانے والے بن جائیں گے۔

حضور نے بڑے جلال کے ساتھ فرمایا کہ جماعتِ احمدیہ مٹنے کے لئے نہیں بنائی گئی۔ یہ وہ جماعت نہیں ہے جس کی سرشت میں ناکامی کا خمیر ہو اس نے ساری دُنیا میں پھیلنا ہے اور بڑھتے چلے جانا ہے اور اسی سرزمین میں بھی پھیلنا ہے جہاں آج ہم بیٹھے ہوئے ہیں اور جہاں ہماری کوئی بھی حیثیت نہیں پس کسی قسم کا خوف اور مایوسی اپنے پاس نہ آنے دیں۔ سابقہ تاریخ پر نظر ڈالیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار مرتبہ یہ تاریخ دوہرائی گئی ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار مرتبہ خدا والے ہمیشہ غالب آتے رہے ہیں۔ اور خدائی جماعتوں نے ہی فتح پائی ہے اور خدائی تقدیریں ہی ہمیشہ غالب آتی رہی ہیں پس آپ کے مقدر میں بھی وہ فتح و ظفر لکھی جا چکی ہے جو ہمیشہ خدا کے ہاں انبیاء اور ان کی جماعتوں کے لئے لکھی جاتی ہے۔

جمعہ کے بعد دو عرب دوستوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ ستمبر ۱۹۸۶ء بمقام ناروے

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے احمدیوں کو خود اپنے ہی ملک میں پیش آنے والے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں اگرچہ مذہب کے نام پر بہت کچھ ہو رہا ہے لیکن خدا خوفی

بالکل اُلٹ کی ہے۔ مذہب کی بنیاد تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور خوفِ خدا پر ہوا کرتی ہے۔ خواہ کوئی بھی مذہب ہو اس کا مرکزی نقطہ خدا کی ذات ہوتی ہے۔ خدا سے تعلق کی تمنا اور خدا کی ناراضگی کا خوف، یہ دو قوتیں ہیں جو ہر مذہب کی رگ و پے میں دوڑتی ہیں۔ اس نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو وہاں اس کے بالکل برعکس تصویر سامنے آتی ہے۔ جماعتِ احمدیہ کے خلاف خدا خوفی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر ہتھکنڈا استعمال کیا جا رہا ہے۔ اِس ضمن میں حضور نے مردان کا بالخصوص ذکر فرمایا اور پھر فرمایا: جہاں تک جماعتِ احمدیہ کی بقاء اور اندرونی استحکام کا تعلق ہے، یہ بات تو شک سے اسی طرح بالا ہے جس طرح اس وقت ہم سورج کو آسمان پر دیکھ رہے ہیں، کہ جماعتِ احمدیہ کے استحکام کو دُنیا کی کوئی طاقت ہرگز متزلزل نہیں کر سکتی کیونکہ اس کے استحکام کی ضمانت خود خدا تعالیٰ نے دی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے پس اس کی جڑیں تو مستحکم اور مضبوط ہیں لیکن جہاں تک انفرادی طور پر چند احمدیوں کو مزید اذیتیں دینے کا تعلق ہے یہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے کہ مذہبی جماعتوں کے بعض افراد کو قربانی دینی پڑتی ہے جیسا کہ اِس دَور میں جماعتِ احمدیہ کے افراد قربانیاں دے رہے ہیں۔ پہلے بھی جماعتِ احمدیہ بڑے حوصلے اور کامل وفا کے ساتھ قربانیاں دیتی رہی ہے؛ آئندہ بھی جہاں تک خدا کی تقدیر میں لکھا گیا ہے، یہ قربانیاں جماعت دیتی چلی جائے گی۔ کبھی دُنیا میں ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ سچوں کی جماعت کو جھوٹے ظلم کا نشانہ بنا کر اور ان کا خون چُوس کر ہنپ سکیں۔ یہ واقعہ کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ ظالم مظلوموں کو چند دن اُور ظلم کا نشانہ بنا سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ لیکن انہیں خود اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ظلموں کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔

پس جماعتِ احمدیہ ہر تکلیف کے لمبے دن میں سے اَور زیادہ طول قامت ہو کر نکلے گی۔ یہ ہر مصیبت اور ابتلاء کے وقت میں سے اَور زیادہ مستحکم ہو کے نکلے گی۔ یہ وہ تقدیر ہے جسے دُنیا کی کوئی طاقت نہیں بدل سکتی۔ مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ظالم سزا کے بغیر نہیں رہیں گے۔

اس کے بعد حضور نے جماعت کو دعاؤں کی تلقین فرمائی۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ ستمبر ۱۹۸۶ء بمقام لندن

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۃ "القلم" کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۙ

بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ○ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ○ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ○ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ○

ان کا مفہوم بیان کرنے کے بعد فرمایا: اِن آیات میں سب سے پہلی بات جو انسانی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی اور انسان کو غور کرنے کی دعوت دیتی ہے وہ یہ ہے مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ، یہ کہنے کے لئے دوات اور قلم کو اور اس تحریر کو جو دوات اور قلم سے لکھی جاتی ہے، گواہ کیوں ٹھہرایا گیا ہے اور ان دو باتوں کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضور نے فرمایا: درحقیقت سب سے اہم تعلق ان دو بیانات میں یہ ہے کہ عقل اور علم کا معراج قلم اور دوات کے ذریعہ ہؤا ہے۔ اگر آپ انسانی ترقی سے دوات اور قلم کے دَور کو نکال دیں اور ہر چیز کو زبانی رہنے دیں تو انسانی فکر خواہ کتنی بھی تیز ہوجاتی اور بظاہر کتنا ہی صیقل ہوجاتی، وہ علوم جو آج دُنیا پر منکشف ہوئے ہیں اس کا لاکھواں حصّہ بھی دُنیا پر منکشف نہیں ہوسکتا تھا۔ انسانی فکر اور علم کا معراج ہے قلم اور دوات۔ یہاں قلم اور دوات سے وہ مراد نہیں جس سے عام لکھنے والا لکھتا ہے بلکہ وہ قلم اور دوات مراد ہے جو لَوح و قلم کی مظہر ہے۔ حضور نے فرمایا وما یسطرون سے مراد وہ تحریر ہے جو تقدیر کے فرشتے لکھتے ہیں یا قوانینِ قدرت پر خدا تعالیٰ نے جن فرشتوں کو مامور کیا ہے وہ جو تحریر کرتے ہیں۔ تو فرمایا یہ گیا ہے کہ اس تحریر کو مَیں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تُو اپنے ربّ کی نعمت کے نتیجہ میں ہرگز مجنون نہیں ہے۔ اس گواہی میں یہ بتایا کہ محض یہ اعلان نہیں کیا جارہا کہ تُو مجنون نہیں ہے بلکہ یہ اعلان بھی کیا جارہا ہے کہ تُو علم و معرفت کے انتہائی مقام تک پہنچا ہؤا ہے کیونکہ علم و فکر کے ارتقاء کا جو چیزیں موجب بنیں ان کو گواہ ٹھہرا دیا اور تحریروں میں سے بھی سب سے اعلیٰ پائے کی تحریر جو علم کی مظہر ہے یعنی خدائی تقدیر کی تحریر، اسے گواہ ٹھہرایا تو مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ! یہ تو تجھے مجنون کہتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تُو علم و فکر کے انتہائی بالا مقام پر پہنچا ہؤا ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ دیا کہ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ۔ پاگل آدمی تو مرفوع القلم ہؤا کرتا ہے۔ جب اسے مرفوع القلم کہا جاتا ہے تو اس وقت بھی لفظ قلم استعمال کیا جاتا ہے کہ اس سے قلم اُٹھا لی گئی ہے اسے کوئی سزا ہے نہ کوئی جزا۔ بلکہ وہ اپنے کئے کی خود بخود قانونِ قدرت کے مطابق سزا پاتا چلا جاتا ہے۔ ہر نیکی، ہر فائدے سے محروم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کے برعکس وہ جو نیک عمل کرنے والا ہو اور عملاً آنکھیں کھول کر نیکی کے میدانوں میں قدم رکھنے والا ہو، اس کے ساتھ ایک اجر کا قانون بھی چلتا ہے۔

ہر انسان جو بالارادہ کوئی نیکی کا فعل کرے اور حکمت کے ساتھ نیکی کا فعل کرے وہ صاحبِ عقل و فہم بھی ہو اور باعمل بھی ہو اس کو اجر بھی ملتا ہے۔ تو فرمایا کہ تیرا اجر تو غیر ممنون ہے۔ تیرے چھوٹے سے چھوٹے فعل کا بھی ہم ایسا اچھا نتیجہ نکالتے ہیں اور ایسا دائمی نتیجہ نکالتے ہیں جو منقطع ہونے والا نہیں۔ دشمن بھی بظاہر ایک کوشش کر رہا ہے اور تو بھی ایک کوشش کر رہا ہے لیکن اس کی کوششیں بے پھل اور بے ثمر ثابت ہوتی ہیں، تیری ادنیٰ سی کوششوں کو بھی ایسے پھل لگتے ہیں جو ختم ہونے والے نہیں ہوتے بلکہ لامتناہی سلسلہ انعامات کا چلتا ہے۔ پس ان باتوں کے ہوتے ہوئے تجھے یہ کیسے مجنون کہہ سکتے ہیں مجنون تو اپنے پائے ہوئے کو بھی کھو دیا کرتا ہے کجا یہ کہ معمولی معمولی اور ادنیٰ ادنیٰ کوششیں بھی چشمِ زدن میں بااثمر ثابت ہو جائیں۔ تو فرمایا تیری ذات کے ساتھ ایک اجرِ غیر ممنون وابستہ ہو چکا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اور تیرا خُلق بہت عظیم ہے۔ اس کا ترجمہ یہ بنتا ہے کہ تو عظیم خُلق پر ہے عظیم خُلق پر ہونے کا مفہوم خُلق کے اُوپر غالب آنے کا مفہوم ظاہر کرتا ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ محض تیرے اخلاق اچھے ہیں بلکہ جس طرح ایک اعلیٰ گھوڑ سوار گھوڑے کو قابو رکھتا ہے اور اس کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ اس کے اشارے پر چلتا ہے اسی طرح تجھے اخلاق کا سوار قرار دیا گیا ہے اخلاق تیری قدرت سے باہر نہیں ہیں تو پوری طرح ان پر فائز اور قائم ہے۔ پس عَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاق کا شہسوار کہہ کر آپؐ کے اخلاق کی ایک بہت ہی بڑی شان بتائی گئی ہے۔

نیز فرمایا: جس میں یہ عظیم صفات پائی جاتی ہیں وہ ضائع نہیں ہوتا اور اس کی بصیرت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی حاصل ہوئی انہوں نے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپؐ اعلیٰ اخلاق پر فائز ہیں خدا آپؐ کو ضائع نہیں کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ۔ یہ بات بتاتی ہے کہ یہ صفات انتہائی اعلیٰ فکر و تدبّر اور زینتِ اخلاق کی مظہر ہیں ان کے ہوتے ہوئے جنون کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ تیرے مخالفین میں ان صفات کا عدم پایا جاتا ہے اور اس کے برعکس صفات پائی جاتی ہیں اور جس میں اس کے برعکس صفات پائی جائیں وہ لازماً مجنون ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تُو مجنون نہیں ہے تیرے مخالفین سارے لازماً مجنون ہیں اور ہم یہ بات ظاہر کرنے والے ہیں تُو بھی دیکھے گا اور یہ بھی دیکھیں گے اور بالآخر روزِ روشن کی طرح یہ حقیقت دُنیا کے سامنے آجائے گی کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس صفت سے مزیّن تھے جو جنون کے برعکس صفت کہلاتی ہے اور آپؐ کے مخالفین ہر وہ صفت رکھتے تھے

جس کے نتیجہ میں جنون پیدا ہوتا ہے یا جو جنون کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔

حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق یہ وہ صفات ہیں جو ظاہر کریں گی کہ کون ہدایت پر ہے اور کون ہدایت سے دُور ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ ابھی تک معاملہ مشکوک ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہم جو جانتے ہیں کہ کون ہدایت پر ہے اور کون گمراہی پر ہے ہم بتا رہے ہیں کہ جو ہدایت پر ہوتے ہیں ان کی یہ صفات ہوتی ہیں اور جو گمراہ ہوتے ہیں وہ ان صفات سے عاری ہوتے ہیں۔ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ میں اس کی تصدیق بھی کر دی کہ چونکہ تُو خدا تعالیٰ کے نزدیک ہدایت پر ہے اس لئے جھٹلانے والوں کی کسی بات کی پیروی نہ کر کیونکہ جو مجنون ہو جس کی عقل پر خبط سوار ہو چکا ہو اس کی ایک ادنیٰ سی بات بھی ماننے کے لائق نہیں ہوتی۔ کمینے آدمی جو مجنون بھی ہوں اور خدا تعالیٰ کی جھوٹی قسمیں کھانے والے ہوں اور ہر قسم کے حُسنِ خلق سے عاری ہوں۔ ان لوگوں کی بات مان کر سوائے اپنے نقصان کے اَور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

حضور نے فرمایا احمدیوں کے لئے ان آیات میں بہت گہرا سبق ہے یہ وہ کسوٹی ہے جس پر ہم اپنے حُسن اور خوبیوں کو ہر وقت پرکھ سکتے ہیں۔ یہ وہ آئینہ ہے جس میں ہم اپنا چہرہ دیکھ کر یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کس حد تک ہم حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں اور کس حد تک ہم ہدایت پر ہیں۔ پس یہی وہ صفات ہیں جو فیصلہ کُن ثابت ہوں گی۔ ان کے ہاتھ میں ن اور قلم پکڑائے جائیں گے جو ان صفات کے حامل ہوں گے خدا کی تحریریں ان ہی کے حق میں جاری ہوں گی۔

حضور نے فرمایا ن والقلم نے بتایا کہ قلم اور تحریریں خدا کے قبضہ میں ہیں اور کسی کو اختیار نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کے فیصلوں کو بدلے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ہی حق اور باطل کو ظاہر کرنے والے ہیں۔

حضور نے فرمایا پس جماعتِ احمدیہ کے لئے اس سے زیادہ اَور کیا ضمانت ہو سکتی ہے کہ قرآن کریم میں صاحبِ لوح و قلم نے یہ ضمانت عطا فرما دی ہے کہ تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا دامن پکڑ لو اور ان اخلاق پر قائم ہو جاؤ اور ان پر صبر کر کے بیٹھ جاؤ پھر خدا قسم کھاتا ہے قلم اور دوات کی اور ان تحریروں کی جو تقدیر کی تحریریں ہوتی ہیں کہ لازماً تم غالب آؤ گے تم میں اور تمہارے مخالفوں میں فرق کر کے دکھایا جائے گا۔ پس آپ خُلقِ عظیم پر قائم رہیں اگر ان سے عاری ہو جائیں گے تو پھر کوئی ضمانت باقی نہیں رہے گی اِس لئے غیر معمولی اخلاقِ حسنہ کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہیئے ان اخلاق کی طرف جو گہرے اخلاق ہیں محض ظاہری نہیں۔ کسی مقام پر کھڑے نہ ہوں اپنے

ہر خُلق کو صیقل کرتے رہیں اور کوشش کریں کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر پہنچتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹؍ستمبر ۱۹۸۶ء بمقام کینیڈا

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا زندگی جغرافیائی حالات کے مطابق دو طرح ردِّ عمل ظاہر کرتی ہے۔ یا تو زندگی جغرافیائی حالات کے تابع ہو کر مدغم ہو گئی اور اس میں مدافعت نہ رہی یا زندگی ان جغرافیائی حالات سے ڈر جانے کی بجائے ان سے دفاعی ردِّ عمل ظاہر کیا اور زندگی نے جغرافیائی حالات پر غالب آنے کی سعی اور کوشش کی یعنی یا تو زندگی نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا اور یا حالات پر غالب آگئی اور قابض ہو گئی۔ فرمایا: ایک تیسری شکل بھی نظر آتی ہے۔ نہ یہ طاقت تھی کہ زندگی حالات پر غالب آئے نہ یہ طاقت تھی کہ حالات کے مطابق ڈھل جائے۔ تیسری صورت میں زندگی پر موت وارد ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ شکل اور صورت تاریخ کی گہرائیوں میں ڈوبنے سے ملتی ہے۔ موت ان پر غالب آگئی اور وہ زندہ نہ رہنے دئے گئے۔ فرمایا اس پس منظر میں آج جماعتِ امریکہ اور جماعت کینیڈا سے خطاب کرتا ہوں۔ ایک بات بڑی واضح نظر آتی ہے کہ امریکہ اور کینیڈا کے مسائل کے لئے یورپ کے مسائل کے طریقِ کار سے مختلف طریقِ کار اختیار کرنا ہوگا۔ فرمایا یہ میرا تجربہ ہے اور مَیں نے اپنے خطبوں کے درمیان اس بات کو نوٹ کیا ہے کہ یورپ کے مقابلہ میں امریکہ مادہ پرستی میں بہت آگے ہے اور اس کے بعد کینیڈا بھی مادہ پرستی کا شکار ہے۔ کوئی دو خاندان یورپ اور امریکہ یا کینیڈا میں آباد ہوں ان کا موازنہ کرنے سے یہ نتیجہ ظاہر و باہر ہوگا۔ امریکہ یا کینیڈا میں آباد ہونے والا خاندان یورپ والے خاندان کی نسبت زیادہ مادہ پرستی کا شکار نظر آئے گا۔ گو عملاً دونوں خاندانوں کو اس طرح آباد کر کے یہ تجربہ نہیں کیا گیا۔ حالات بتاتے ہیں کہ اس طرح ضرور ہوگا ان حالات میں امریکہ اور کینیڈا میں جماعتی تربیت اور اولادوں کو صحیح راہ پر قائم رکھنے کے لئے بہت زیادہ توجہ، کوشش اور جدوجہد کی ضرورت ہے۔ فرمایا میرا ان حالات کا تجزیہ کرنے کے نتیجہ میں تجربہ اور گہری نظر سے مطالعہ بتاتا ہے کہ اس مادیت پرستی کے اثر کے ماتحت آئندہ نسلوں سے جماعت کو ہاتھ دھونے پڑیں گے اس لئے یہ امر بے حد ضروری ہے کہ حالات کو اپنے تابع کرنے کی کوشش کی جائے۔ ایک ضروری بات یہ بھی ہے کہ مومن کا ایک مزاج ہوتا ہے اور وہ سچ ہے۔ مومن کا اوّل بھی سچ ہے اور اس کا آخر بھی سچ ہے۔ مغربی اقوام نے نہایت دیانتداری

سے تسلسل کے ساتھ کوشش کر کے موجودہ ترقی کے انتہائی معیار کو حاصل کیا ہے۔ فرمایا جو چیز اس وقت مجھے نظر آ رہی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا دینی معیار اور آپ کی اولادوں کا دینی معیار ایک نہیں ہے جو دینی معلومات آپ کی ہیں۔ دین کی طرف جتنی رغبت آپ کی ہے آپ کی اولادوں کی دینی حالت اس جیسی نہیں، بلکہ بعض حالات میں میں نے یہ بھی محسوس کیا ہے اور دیکھا ہے کہ آپ کی دینی حالت آپ کی نسلوں کی دینی حالت کے مقابلہ میں بے حد قابل افسوس ہے۔ ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے جماعتی طور پر منصوبہ بندی کی جانی چاہیئے۔ انفرادی طور پر بھی کوشش ضروری ہے اور جماعتی LEVEL پر بھی خاص توجہ اور انتظام سے کوشش کی جانی لازمی اور ضروری ہے۔ فرمایا ہر احمدی گھرانہ اس بات کا جائزہ لے جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ اس کی ابتداء آپ کے گھروں سے ہونی چاہیئے اور جہاں بھی سستی، خامی اور کمی نظر آئے تو اصلاح کریں اور حالات پر ہر جہت سے اسلام کو غالب کرنے کی کوشش کریں۔ ہر خاندان یہ فیصلہ دیانتداری سے کرے۔ میں توجہ دلاتا ہوں کہ آپ اپنی اولاد کے رجحان اور مذہب کی طرف رغبت کے فقدان کو نظرِ غائر سے دیکھیں اور آئندہ نسلوں کی حفاظت کے لئے اپنے اندر بے قراری پیدا کریں۔ اس سارے ماحول کو دیکھ کر حضورِ انور نے اپنی انتہائی اضطرابی کیفیت بیان فرمائی اور دردمندانہ لہجہ اور انداز میں احبابِ جماعت کو توجہ دلائی کہ اپنے اپنے احساس کی نگرانی کریں۔ اِس بدلتے ہوئے حالات کو محسوس کریں اور اس درد کو محسوس کریں جس سے تکلیف پیدا ہوتی ہے۔ جب درد ہی محسوس نہیں ہوگا تو اس کا علاج کیونکر ہوگا۔ آپ دین کا احساس زندہ کریں۔ ان اولادوں کی امانت کی ذمّہ داری کو ذمّہ داری سے نبھائیں۔ جو ہدایات میں شوریٰ کے اجلاس میں دوں گا ان پر مسلسل عمل ہونا چاہیئے اور جماعت مجلسِ عاملہ کے اجلاس میں ان ہدایات کا جائزہ لیتی رہے تا ان ہدایات پر عمل درآمد کی یاددہانی ہوتی رہے۔ فرمایا میں نے اس سے قبل نماز باجماعت کی تلقین کی تھی کچھ عرصہ اس پر عمل ہؤا اور پھر سستی نظر آنے لگی۔ عبادت ہماری زندگی میں ایک مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔ حضور نے فرمایا میرے لئے یہ دعا نہ کریں کہ آپ کی اصلاح کا احساس میرے دل سے مٹ جائے اگر یہ احساس مٹ گیا تو اس سے اَور شمعیں کس طرح روشن ہو سکیں گی۔ دعا کریں کہ یہ تکلیف دہ احساس میرے دل میں قائم رہے۔

کینیڈا میں

اللہ کے پہلے گھر کے سنگِ بنیاد کی تقریبِ سعید

حضرت امام جماعتِ احمدیہ کینیڈا کے دَورہ کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل اور احسان ہے کہ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۸۶ء بروز ہفتہ کینیڈا میں حضور نے جماعتِ احمدیہ کے سب سے پہلے بیت اللہ کا سنگِ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا۔

سنگِ بنیاد رکھنے سے قبل حضورِ انور نے واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ جماعتِ احمدیہ جہاں بھی عبادت گاہ بنائے گی وہ قرآن کریم میں بیان فرمودہ مقاصد کے لئے بنائے گی اور یہ مقاصد وہی ہیں جن مقاصد کے لئے دُنیا میں سب سے پہلا اللہ کا گھر تعمیر کیا گیا۔ جہاں تک ہم میں طاقت ہے ہم اللہ کی قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ یہ اللہ کا گھر انہی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے گا، انشاء اللہ۔

اِس بابرکت تقریب کا آغاز صبح ساڑھے گیارہ بجے قرآن کریم کی تلاوت اور سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دعائیہ اور عارفانہ منظوم کلام سے ہوُا۔ مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب نے حاضرین کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ حضور کے خطاب سے قبل شہر مسس ساگا کی لیڈی میئر HERR WORSHIP، ٹاؤن شپ کے میئر اور محترمہ لائیلا جو آنریبل وزیرِ شہریت و تمدن برائے صوبائی حکومت آف ارتیارو کی نمائندگی کر رہی تھیں،

ADDRESSES OF WELCOME ہر سہ معززین احباب نے موقع کی مناسبت سے اپنے اپنے حاضرین کی خدمت میں پیش کئے اور اللہ کے گھر کی تعمیر پر خوشی کا اظہار کیا اور اپنی عاجزانہ دعاؤں سے نوازا کہ یہ گھر نوعِ انسانی کی بہتری اور فلاح و بہبود کا باعث بنے۔ اِن ہر سہ تقاریر کے بعد سیّدنا

حضرت امام جماعت احمدیہ نے حاضرین کو ایک جامع اور عارفانہ خطاب سے نوازا حضور نے قرآن کریم کی آیتِ کریمہ

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ

سے عبادت گاہ کے مقاصد اور اغراض کا استنباط فرمایا اور بتایا کہ سب سے پہلے اللہ کے گھر کی تعمیر کا مقصد کیا تھا۔ ساری نوعِ انسان کے لئے اور سب کے لئے ہدایت اور راہنمائی کا مرکز تھا اور اسی ضمن میں بتایا کہ یہی مقاصد اس پہلے بیت اللہ احمدیہ کی تعمیر کے ہیں جس کی کینیڈا میں بنیاد رکھی جا رہی ہے۔ اس کے بعد حضور نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اس بیت اللہ کے بنانے کی توفیق عطا فرمائی۔ حضور نے فرمایا بیت اللہ احمدیہ کینیڈا کے بنانے کی خاص وجہ ہے اور اس کی انفرادی و تاریخی اہمیت بھی ہے اور حاضرین کو جو اس بیت اللہ کی تعمیر کی غرض و غایت سے ناواقف ہیں کہ ہم کون ہیں اور ہم یہاں کیوں آئے ہیں اور یہ بیت اللہ یہاں کیا تغیّر لائے گا کے بارے میں شکوک و شبہات کا ازالہ فرمایا اور بتایا کہ موجودہ زمانہ میں عبادت گاہیں سیاست کا اڈہ ہیں، تخریبی کارروائیوں کا مرکز ہیں، خون خرابہ، دہشت گردی پر اکساتی ہیں، لیکن جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے اور جہاں بھی جماعتِ احمدیہ عبادت گاہ بنائے گی وہ قرآنی بیان فرمودہ مقاصد کے مطابق ہوگی، نفرت پھیلانے کے لئے نہیں، تشدّد اور دہشت پیدا کرنے کے لئے نہیں۔ حضور نے فرمایا جماعتِ احمدیہ امن پسند جماعت ہے۔ ہمارے دل تکلیف اور دکھوں سے سجائے ہوئے ہیں، مصائب اور دکھ درحقیقت اپنی ذات میں دلوں کو پاکیزہ کرتے ہیں۔ فرمایا آجکل پاکستان میں ہمیں نفرت کا مرکز بنایا گیا ہے حالانکہ اسلام قطعاً نفرت نہیں سکھاتا۔ پہلے بنی نوع انسان سے محبت اور پھر اللہ تعالیٰ سے محبت سکھاتا ہے۔ صد حیف ہے کہ ہر مذہب ظلم کا نشانہ بنا ہے۔ وہ ظلم پیدا کرنے والا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہی ہے کہ اس کے ماننے والے نہ ماننے والوں کے غضب کا نشانہ بنیں اور ان کی تکالیف اور ان کی PURIFICATION کا ذریعہ بنیں۔ حضور نے فرمایا جو ایڈریس یہاں پڑھے گئے ہیں وہ رسماً نہیں تھے بلکہ معناً اپنے الفاظ کی گہرائیوں کو ادا کر رہے تھے۔ پھر دو میئر صاحبان کو حضور نے یقین دلایا کہ ہم ان کے خوبصورت شہروں میں بھی خدا کے گھر بنائیں گے اور یہ تو صرف آغاز ہے آخر نہیں۔

صوبہ اونٹاریو گورنمنٹ کے وزیر موصوف کی نمائندگی کرتے ہوئے محترمہ نائیلا صاحبہ نے جو ایڈریس پڑھا حضور نے نمائندہ معزز خاتون سے کہا کہ ہمارے بھی محبت بھرے جذبات ان تک پہنچا دیئے

(باقی صـ۱۹ پر)

سالانہ اجتماع انصاراللہ اسلام آباد کے موقع پر

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ولولہ انگیز پیغام

میرے پیارے انصار بھائیو!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ

آپ کی طرف سے مجھے خوشی کی خبریں پہنچتی رہتی ہیں۔ اسی طرح یہ پڑھ کر بھی خوشی ہوئی کہ مجلس انصاراللہ اسلام آباد کا سالانہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ بابرکت اجتماع خدا تعالےٰ کے افضال اور برکات سے معمور ہو۔

انصاراللہ اور اسلام آباد یہ دونوں نام آپ کو آپ کے مقام اور ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ آپ اسلام کی زندگی اور غلبہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے مامور کی مدد کرنے والے لوگ ـــــ جس طرح مسیحِ موسوی کی آواز پر حواریوں نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللهِ کہا تھا اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے ان کے لئے آسمان سے مائدہ اُتارا تھا اسی طرح دُنیا نے ایک بار پھر مسیحِ محمدی کے انصار کو مشاہدہ کیا اور پہلے سے زیادہ عظمتِ شان، ایمان اور استقلال کے مشاہدے کئے اور پھر عظیم الشان آسمانی مائدوں سے یہ جماعت سرفراز کی گئی۔ اس کے پیچھے وہ الٰہی تقدیر کارفرما ہے جس کا ذکر حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ یوں فرماتے ہیں کہ:۔

"خداوند کریم نے بار بار مجھے سمجھایا کہ ہنسی ہوگی اور ٹھٹھا ہوگا اور لعنتیں کریں گے اور بہت ستائیں گے لیکن آخر نصرتِ الٰہی تیرے شاملِ حال ہوگی اور خدا دشمنوں کو مغلوب اور شرمندہ کرے گا چنانچہ براہین احمدیہ میں بھی بہت سا حصّہ الہامات کا انہی پیشگوئیوں کو بتلا رہا ہے اور مکاشفات بھی یہی بتلا رہے ہیں۔ چنانچہ ایک کشف میں مَیں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا اور وہ کہتا ہے کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں تب مَیں نے اس کو کہا کہ تم کہاں سے آئے تو اس نے عربی زبان میں جواب دیا اور کہا

کہ جئت من حضرۃ الوتر یعنی مَیں اس کی طرف سے آیا ہوں جو اکیلا ہے۔ تب مَیں اس کو ایک طرف خلوت میں لے گیا اور مَیں نے کہا کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں مگر کیا تم بھی پھر گئے تو اس نے کہا کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں تب مَیں اِس حالت سے منتقل ہو گیا۔ لیکن یہ سب امور درمیانی ہیں اور جو خاتمہ امر پر منعقد ہو چکا ہے وہ یہی ہے کہ بار بار کے الہامات اور مکاشفات سے جو ہزارہا تک پہنچ گئے ہیں اور آفتاب کی طرح روشن ہیں خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ مَیں آخرکار تجھے فتح دوں گا اور ہر ایک الزام سے تیری بریّت ظاہر کر دوں گا اور تجھے غلبہ ہو گا اور تیری جماعت قیامت تک اپنے مخالفوں پر غالب ہو گی اور فرمایا کہ مَیں زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کروں گا۔" (انوارالاسلام صفحہ ۵۲، ۵۳)

"اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اِس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجّت اور بُرہان کے رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دُنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا جو عزّت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔......

......دُنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵، ۶۶)

اِن الٰہی نوشتوں کے مطابق جہاں ہر طلوع ہونے والا سورج جماعتِ احمدیہ کے لئے فتح و نصرت اور تائیدِ خداوندی کی نوید لاتا ہے وہاں ہم نے یہ بھی سوچنا ہے کہ ہم نے عملاً کس حد تک اس تقدیر کا ساتھ دیا جس کا اظہار خدا تعالیٰ نے بار بار عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت مسیح موعود سے کیا۔

پس اے اسلام آباد کے انصاری الی اللہ! غلبۂ دینِ حق کے لئے سعی کرو پھر خدا تعالیٰ کے مائدے مزید کثرت سے تم پر نازل ہوں گے اور دونوں جہان کی خوش بختیاں تمہارے اور تمہاری نسلوں کے ساتھ وابستہ ہو جائیں گی۔ حضرت المصلح الموعود کے الفاظ میں میرا پیغام یہ ہے کہ ؎

عُسر ہو یُسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو　＊　کچھ بھی ہو بند مگر دعوت (　) نہ ہو
کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دُور　＊　اے میرے اہلِ وفا سُست کبھی گام نہ ہو
گامزن ہوگے رہِ صدق و صفا پر گر تم　＊　کوئی مشکل نہ رہے گی جو سرانجام نہ ہو
میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو　＊　سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اس دُنیا میں بھی سُرخرو رہو اور آخرت میں بھی سرخرو ہو۔ آمین

والسلام
خاکسار
مرزا طاہر احمد

کینیڈا میں اللہ کے پہلے گھر کے سنگِ بنیاد کی تقریبِ سعید

(بقیہ صفحہ ۱۶)

جائیں۔ حضور نے بالآخر سب آنے والے احباب کا دوبارہ شکریہ ادا کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک دوسرے کے قریب کرے۔ حضور کے خطاب کے بعد مکرم خلیفہ عبدالعزیز صاحب نائب امیر کینیڈا نے حاضرین کا خلوص دل سے شکریہ ادا کیا اس کے بعد سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب شروع ہوئی حضور نے پہلی اینٹ نصب فرمائی جو قادیان کی بیتِ مبارک کی ایک اینٹ تھی جو اس موقع کے لئے قادیان سے منگوائی ہوئی تھی۔ حضور اور محترمہ بیگم صاحبہ کے علاوہ جماعت کے بعض دیگر زعماء کو بھی اینٹ رکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

جو بندہ خدا پر توکّل کرے
وہ محبوب اُس کا وہ اُس کا محب
کفیل آپ ہوتا ہے اس کا خدا
ویرزقہ من حیث لایحتسب

(عبدالمنان ناھید)

ہم اپنے قلب کو آئینہ دار رکھتے ہیں

خدا کے فضل پہ ہم انحصار رکھتے ہیں
اُسی کے لُطف و کرم پر مدار رکھتے ہیں

ہمیں کسی سے بھی آفاق میں غبار نہیں
ہم اپنے قلب کو آئینہ دار رکھتے ہیں

شکیب و صبر کو عادت بنا لیا ہم نے
ہم ابتلاؤں میں دِل استوار رکھتے ہیں

عُدو کا جورَ و جفا بھی ہمیں مٹا نہ سکا
کچھ ایسی درد و الم کی سہار رکھتے ہیں

نہ ہم سے چھین سکے ہیں بشاشتیں ہرگز
عناد ہم سے جو لیل و نہار رکھتے ہیں

ہم ان کا سبّ و شتم بھی نہ لائیں خاطر میں
عبث وہ ہم سے یہ کین و نقار رکھتے ہیں

مِٹا کے ”کلمۂ توحید“ کیا ملے گا انہیں
شریف لوگ تو بدیوں سے عار رکھتے ہیں

وفا شعار ابد تک وفا دکھائیں گے
اگرچہ سَر پہ مصائب ہزار رکھتے ہیں

”شہید“ زندۂ جاوید ہیں خدا کے حضور
نشانِ تمغۂ خُوں جاں نثار رکھتے ہیں

کبھی تو ٹوٹیں گی پابندیوں کی زنجیریں
نگاہیں سُوئے فلک دلفگار رکھتے ہیں

دعائیں دیتے ہیں صیّاد کو قفس میں بھی
طیُورِ قدس وہ صبر و قرار رکھتے ہیں

کبھی تو بدلیں گے سب رنج و غم مسرّت میں
اُمید دل میں یہ امّید وار رکھتے ہیں

یہ باغباں کی نوازش کے سب کرشمے ہیں
کہ گل خزاں میں بھی رنگِ بہار رکھتے ہیں

دِل و نظر کو بنایا ہے فرشِ راہ ہم نے
وہ آئیں شوق سے ہم انتظار رکھتے ہیں

ہم ان کے ایک اشارے پہ جان دیدیں گے
جنونِ عشق بھی دیوانہ وار رکھتے ہیں

جہانِ سُود و زیاں سے وہ بے نیاز ہوئے
جو شادؔ درگہِ باری میں بار رکھتے ہیں

محمد ابراہیم شادؔ

درسِ حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ امین

(محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم۔ اے، ایم لٹ (آکسن)

(۱)

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۙ (احزاب: ۷۳)

عام طور پر "امانت" کا مفہوم مال وغیرہ میں خیانت کے مفہوم کے مقابل پر لیا جاتا ہے لیکن یہ "امانت" کا ادنیٰ مفہوم ہے۔ اپنے اعلیٰ اور وسیع مفہوم میں لفظِ امین کا اطلاق ایسے عظیم خلق پر فائز انسان کے لئے ہوگا جس کی ذات میں نہ صرف یہ کہ غیروں کے حقوق محفوظ ہوں بلکہ وہ دوسروں کی حفاظت کی ذمہ داری اس طور پر اُٹھائے ہوئے ہو کہ غیر بھی اُس پر کلّیۃً اعتماد کرتے ہوں۔

اِسی اعلیٰ تر مفہوم میں احادیث میں صفتِ امین کا استعمال اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے بھی ہؤا ہے اور اسی اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جو مظہرِ اتم الوہیّت ہیں) میں بھی یہ صفت پائی جاتی ہے۔

سورہ احزاب کی مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں کے سامنے اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا لیکن ان سب نے اُس امانت کو اُٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے۔ ہاں ایک کامل انسان یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے اور انہوں نے ہماری اس امانت کو اُٹھا لیا اور ہم نے اپنی یہ امانت اُس کے سپرد کر دی کیونکہ

ہماری نگاہ میں بھی وہ فی الواقع اُس کو اُٹھانے کے اہل تھا اور پھر اُس نے اُس کا حق ادا کر دیا۔ فرمایا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہماری امانت کا بوجھ وہی ہستی اُٹھا سکتی تھی جس میں دو بنیادی خوبیاں پائی جائیں اور وہ اتم اور اکمل طور پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہی پائی جاتی تھیں۔ اوّل یہ کہ وہ ظَلُوْمًا ہو یعنی ہماری امانت کی ذمہ داری کو اُٹھانے کے نتیجہ میں وہ اپنے نفس پر بڑے سے بڑا ظلم کر سکتا ہو اور اس کو اس راہ میں اپنی جان کی تکلیف کی کچھ بھی پرواہ نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ جَھُوْلًا ہو یعنی اِس بات سے بھی وہ بے خوف ہو کہ اس امانت کا بوجھ اُٹھانے کے نتیجہ میں اُس کو کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، کیسے کیسے ظلم سہنے ہوں گے، کیسی کیسی مخالفتیں دیکھنی ہوں گی، کیسی کیسی مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کرنی ہوں گی۔ وہ ان تمام باتوں سے بے نیاز ہو کر پورے انشراح اور پوری مستعدی سے خدا کی امانت کا حق ادا کرنے والا ہو۔ فرمایا کہ اس کی ساری زندگی اور زندگی کا ایک ایک لمحہ اِس بات کا گواہ ہے کہ اُس نے ہماری امانت کا حق ادا کر دیا۔

اِس آیت میں صفتِ امین کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ اوّل دن سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی کامل امانت کا پورے طور پر بار اُٹھانے کے اہل تھے اور آپؐ کی ساری زندگی اور آپؐ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اِس بات کا گواہ ہے کہ آپؐ نے اللہ کی امانت کو اُٹھانے کا حق ادا کر دیا۔ یہ آیت ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی امانت اُٹھا سکتا ہو اور جس پر اللہ کو بھروسہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ لوگوں کی ادنیٰ درجہ کی امانتوں کا بار نہ اُٹھا سکے۔ صفتِ امین ایسے حیرت انگیز رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جلوہ گر ہوئی کہ کبھی آپؐ کے منکروں کو بھی نہ آپؐ کے دعویٰ سے پہلے نہ آپؐ کے دعویٰ کے بعد یہ جرأت ہوئی کہ آپؐ کے امین ہونے سے انکار کر سکیں۔

یہی وہ مضمون ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہؓ کی زبان سے اُس وقت نکلوایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی وحی کے بعد غارِ حرا سے اُن کے پاس لوٹے۔ بخاری میں ہے:-

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ .... فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ..... فَدَخَلَ عَلٰى خَدِیْجَةَ بِنْتِ خُوَیْلِدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ ..... لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰى نَفْسِیْ فَقَالَتْ خَدِیْجَةُ كَلَّا

وَاللّٰہِ مَا یُخْزِیْكَ اللّٰہُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ۔''

(بخاری باب کیف کان بدء الوحی)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی وحی کے بعد گھر واپس لوٹے اور آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مَیں بہت بڑی ذمہ داری کا بوجھ اُٹھا لایا ہوں اور مَیں اپنے نفس سے ڈرتا ہوں کہ پتہ نہیں یہ بوجھ اُٹھا بھی سکوں یا نہ تو حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی بات سُنکر فرمایا کہ بے شک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو آپؐ قبول کر آئے ہیں لیکن آپؐ کیوں ڈرتے ہیں آپؐ کا خدا آپؐ کے ساتھ ہے۔ خدا کی قسم وہ آپؐ جیسے انسان کو کبھی شرمندہ نہیں کر سکتا۔ کبھی مایوس نہیں کر سکتا۔ وہ آپؐ کو ضرور کامیاب کرے گا۔ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ دوسروں کے بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ دُنیا سے جو نیکیاں اُٹھ چکی ہیں انہیں قائم کرتے ہیں مہمان نوازی کا حق ادا کرتے ہیں۔ لوگوں کے اچھے یا بُرے حال میں ان کی جائز ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔

یہ آپؐ کی اُس بیوی کی گواہی ہے جس نے دعویٰ سے قبل آپؐ کو بہت قریب سے دیکھا اپنی اس گواہی میں حضرت خدیجہؓ نے صفتِ امین کے جو وسیع تر معانی ہیں اُن کے اعتبار سے آپؐ کی زندگی کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔

۲

جہاں تک آپؐ کے منکرین کا تعلق ہے انہوں نے کم از کم تین مواقع پر سرِ عام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امین ہونے پر گواہی دی ہے اور ان تینوں مواقع پر اُن کی گواہی ایسی بے ساختہ گواہی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس یقین کے ساتھ آپؐ کو امین سمجھتے تھے ان میں سے پہلا موقع وہ ہے جب سردارانِ مکّہ نے خانہ کعبہ میں آپؐ کو صدوق امین کہہ کر خوش آمدید کہا اور آپؐ سے حجرِ اسود کے بارہ میں فیصلہ کروایا۔ دوسری گواہی ہرقل کے دربار میں ابوسفیان کی ہے۔ تیسری گواہی نضر بن حارث کی ہے۔ قاضی عیاض نے اپنی کتاب شفاء میں لکھا ہے کہ :-

قَالَ النَّضْرُ بْنُ الْحَارِثِ قَدْ کَانَ مُحَمَّدٌ فِیْکُمْ غُلَامًا حَدَثًا اَرْضَاکُمْ

فِيْكُمْ وَاَصْدَقَكُمْ حَدِيْثًا وَاَعْظَمَكُمْ اَمَانَةً حَتّٰى اِذَا رَاَيْتُمْ فِيْ صُدْغَيْهِ الشَّيْبَ وَجَاءَكُمْ بِمَا جَاءَكُمْ بِهٖ قُلْتُمْ سَاحِرٌ، لَا وَاللّٰهِ مَا هُوَ بِسَاحِرٍ۔ (الشفاء باب صدقہٗ صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ گواہی اُس موقع کی ہے جب قریش نے ایک مجلس میں یہ فیصلہ کیا کہ مکّہ میں جو لوگ حج یا دوسرے مواقع پر آتے ہیں اُن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہہ کر بدنام کیا جائے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جھوٹی باتیں کہہ کر فریب دیتے ہیں۔ اس پر نضر بن حارث اُٹھا اور اُس نے قریش کو مخاطب کر کے کہا کہ محمدؐ تم میں پل بڑھ کر جوان ہوا تم اُس کو بچپن سے جانتے ہو اور تم جانتے ہو کہ وہ تمہیں تم سب میں سے زیادہ محبوب تھا اور وہ تم سب میں سے زیادہ راست گو اور تم سب سے بڑھ کر حقِ امانت ادا کرنے والا تھا اور آج جب وہ ادھیڑ عمر کو پہنچا ہے اور اس کی کنپٹیوں پر سفید بال آگئے ہیں تم کہنے لگے ہو کہ وہ فریبی ہے اور ان اخلاق سے عاری ہے۔ خدا کی قسم ایسا نہیں ہے اور اگر تم ایسی بات کرو گے تو خود اپنے آپ کو جھٹلا کر مخجل ہو گے کیونکہ جو شخص بھی محمدؐ کو جانتا ہے وہ تمہاری اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا۔

(۳)

ایک گواہی اِس سلسلہ میں حضرت عائشہؓ کی بھی ہے انہوں نے بڑے ہی لطیف انداز میں امانت کے اعلیٰ مفہوم کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امین ہونے پر گواہی دی ہے:-

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَقَدْ كَذَبَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ: يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط (مائدہ: ۷۰)

(بخاری کتاب التفسیر باب زیر آیت)

اِس حدیث میں اُس زمانہ کا ذکر ہے جب بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ حضرت علیؓ کے بارہ میں کسی حکمِ الٰہی کو چُھپا لیا تھا۔ تو ایسی باتوں کے جواب میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی شخص یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی طرف سے ملنے والی

کسی بات کو چھپا لیا اور آگے نہیں پہنچایا (اور اِس طرح اللہ تعالیٰ کی امانت کو ادا کرنے میں نعوذ باللہ غفلت کی) تو سمجھ لو کہ وہ شخص جھوٹ بولتا ہے (اور وہ جانتا ہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امانت کے کس مقام پر فائز تھے اور وہ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ قرآن کریم میں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ط (مائدہ: ۷۰)

یعنی اے رسولؐ تیرے ربّ کی طرف سے جو کچھ اُس کی وحی میں تیری طرف نازل کیا گیا ہے اُسے خوب اچھی طرح سے لوگوں تک پہنچا دے۔ اگر تُو نے اِس بات میں ذرّہ بھر بھی کوتاہی کی تو تیری طرف سے اس ذرا سی ہونے والی کوتاہی کے نتیجہ میں بھی ہمارا فیصلہ یہی ہوگا کہ تُو نے ہمارا پیغام لوگوں تک پہنچایا ہی نہیں۔

حضرت عائشہؓ جو بات بتانا چاہتی ہیں وہ یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی کوئی بات نعوذ باللہ چھپانی ہوتی تو سب سے پہلے اس آیت کو چھپاتے کیونکہ اِس آیت میں خود حضورؐ کے بارہ میں انذار اور تنبیہ ہے۔ جب آپؐ نے ایسا نہیں کیا تو پھر آپ کسی اور بات کو کیسے چھپا سکتے تھے۔

(۴)

چوتھی لیکن اللہ کی گواہی کے بعد سب سے بڑی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی گواہی ہے۔ بظاہر یہ بات عجیب لگتی ہے کہ کسی شخص کی گواہی خود اس کے بارے میں بیان کرنے کے لائق سمجھی جائے لیکن جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا تعلق ہے آپؐ کو بہرحال ہمیں اس اصول سے مستثنیٰ کرنا ہوگا کیونکہ اگر حضورؐ خود اپنے بارہ میں گواہی نہ بھی دیں تو بھی حضورؐ کی ساری زندگی آپؐ کے امین ہونے پر شاہد ہے۔ آپؐ کا بڑے سے بڑا دشمن بھی اس کے خلاف بات کرنے کی جرأت نہیں کرتا اور سب سے بڑھ کر خدا کی گواہی آپؐ کے حق میں موجود ہے۔ صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ ان تمام گواہیوں کے ہوتے ہوئے حضورؐ کی اپنی گواہی کی کیا ضرورت ہے۔ اِس سوال کا جواب یہ ہے کہ آپؐ کی امانت کے اس قدر باریک در باریک پہلو ہیں اور اُس کی ایسی لطیف جزئیات ہیں کہ ایک عام فہم آدمی اپنی کوتاہ نظری کے سبب بعض دفعہ یہ خیال کر سکتا ہے کہ شاید کسی کام کے کرنے میں یا کسی فیصلہ کے صادر فرمانے میں

حق امانت پورے طور پر ادا نہیں کیا یا ایسا شخص جس کے دل میں بیماری یا نفاق ہو اُس کے ذہن میں اس قسم کا خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ ان مواقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ذمہ داری بھی تھی کہ آپ ان تمام شبہات کو دور فرما دیں اور ایسے ہی مواقع پر آپ نے امین ہونے کے اعتبار سے اپنا مقام لوگوں پر واضح فرمایا:-

" عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ بَعَثَ عَلِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِذُهَیْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَیْنَ اَرْبَعَةٍ (بعض سرداران نجد کو) فَغَضِبَتْ قُرَیْشٌ وَالْاَنْصَارُ فَقَالُوْا یُعْطِیْ صَنَادِیْدَ اَهْلِ نَجْدٍ وَیَدَعُنَا قَالَ اِنَّمَا اَتَأَلَّفُهُمْ فَاَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَیْنَیْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَیْنِ نَاتِیُٔ الْجَبِیْنِ كَثُّ اللِّحْیَةِ مَحْلُوْقٌ فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰہَ یَا مُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ اِذَا عَصَیْتُ اَیَاْمَنُنِیَ اللّٰہُ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ فَلَا تَاْمَنُوْنِیْ ...."

(بخاری کتاب الانبیاء باب والی عاد اخاھم ھودًا)

حضرت ابو سعید خدری رضی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی نے یمن سے کچھ سونا حضور کی خدمت میں بھیجا۔ حضور نے یہ سونا بعض نجدی سرداروں میں تقسیم کر دیا۔ یہ بات قریش اور انصار کو ناگوار گذری وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ آپ نے اس موقع پر ہمیں اپنی عطا سے محروم رکھا اور نجد کے سرداروں کو سب سونا دے دیا۔ حضور نے ان کی بات سُنکر فرمایا کہ مَیں نے تو ایسا صرف اُن کی تالیفِ قلب کے طور پر کیا ہے۔ ابو سعید خدری رضی کہتے ہیں کہ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اتنے میں ایک آدمی حضور کی طرف بڑھا جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ کلّے اُبھرے ہوئے تھے۔ ماتھا باہر کی طرف نکلا ہوا تھا۔ بڑی گھنی داڑھی تھی اور اس کا سر مُنڈھا ہوا تھا اور اُس گستاخ نے آکر کہا کہ اے محمدؐ تم نے (نعوذ باللہ) اس تقسیم میں اللہ کا تقویٰ اختیار نہیں کیا (لفظی ترجمہ ہے محمدؐ اللہ کا تقویٰ اختیار کر) آپ نے اُس کی بات سُنکر فرمایا اگر مَیں اللہ کا نافرمان ہوں تو پھر اُس کا اطاعت گذار کوئی بھی نہیں (تمہارے ذہن میں ایک کیڑا ہے اور وہ تضاد کا شکار ہے۔ میرا وہ دشمن جو خدا پر ایمان نہیں لاتا اور میری رسالت کا بھی انکار کرتا ہے وہ تو شاید ایسا اعتراض کر سکتا ہے لیکن اس کو بھی کبھی یہ جرأت نہیں ہوئی لیکن تم جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہو) تم مجھے امین نہیں سمجھتے حالانکہ اللہ تعالیٰ مجھے اہلِ زمین پر امین بناتا ہے (کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مَیں جو خدا کی نگاہ میں امین ہوں اور اس کی امانت کا حق ادا کر سکتا ہوں انسانوں کی

دو کوڑی کی امانت میں خیانت کر جاؤں گا۔

(۵)

جہاں تک امانت کے ادنیٰ مفہوم کا تعلق ہے اس مفہوم کے اعتبار سے بھی آپؐ نے امانت کا ایسا شاندار معیار قائم فرمایا کہ اس میں بھی آپؐ کا اُسوہ ایک شان پیدا کر گیا۔ آپؐ کی ذات کے بارہ میں یہ تصور تو ہو ہی نہیں سکتا کہ آپؐ سے مالی امانتوں کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی ہو سکتی تھی لیکن جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہے آپؐ ان معاملات میں بھی غیر معمولی احتیاط برتا کرتے تھے ایسی احتیاط کہ بڑے سے بڑے ایماندار کے ذہن میں بھی ان باریکیوں میں جانے کا خیال نہیں آتا۔

ہمارے آقا اور سید و مولا کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ بسا اوقات گھر میں بستر پر یا کسی جگہ کوئی کھجور پڑی ملتی ہے اُٹھاتا ہوں اور کھانے لگتا ہوں مگر معاً خیال آتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی نہ ہو تب اس کے کھانے کا ارادہ ترک کر دیتا ہوں۔

آپؐ کے ساتھ ایسا واقعہ بھی پیش آیا کہ آپؐ کے سامنے آپؐ کے معصوم نواسے حضرت حسنؓ نے ایک کھجور اُٹھا کر منہ میں ڈال لی آپؐ نے وہ کھجور منہ سے نکال دی اور فرمایا آلِ محمد صدقہ نہیں کھاتے۔

بخاری میں آتا ہے :۔

عَنْ عُقْبَةَ رضی قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ اِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَاٰى اَنَّهُمْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهِ فَقَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ اَنْ يَحْبِسَنِيْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ۔

(بخاری کتاب الاذان باب من صلی بالناس فذکر حاجتہٗ)

حضرت عقبہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی جونہی آپؐ نے سلام پھیرا آپؐ اپنی عادت کے خلاف جلدی سے اُٹھے اور لوگوں کی گردنوں پر سے کودتے ہوئے اپنی بیویوں میں سے ایک کے حجرہ کی طرف تشریف لے گئے لوگ آپؐ کو اس جلدی میں دیکھ کر گھبرا گئے کہ پتہ نہیں کیا بات ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ مسجد میں واپس تشریف لائے

صحابہؓ کے چہروں سے اندازہ لگایا کہ آپؐ کے اس طرح جلدی سے مسجد سے چلے جانے سے وہ حیران ہوئے ہیں اور ان کو فرمایا کہ نماز کے دوران مجھے یاد آیا کہ تھوڑا سا سونا گھر میں پڑا ہوا ہے اور مجھے اچھا نہ لگا کہ یہ بغیر تقسیم ہوئے گھر میں پڑا رہے اِس لئے نماز کے بعد میں فوراً اندر گیا اور حکم دیا کہ اس کو فوری طور پر تقسیم کر دیا جائے۔

آپؐ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اِس بات کا گواہ ہے کہ آپؐ پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذمّہ داری ڈالی گئی اس کو جیسا کہ اس کا حق تھا ادا کیا اور اس کی ادائیگی میں نہ اپنے نفس کا نہ اپنے اصحاب کا نہ اپنے رشتہ داروں کا کسی کا لحاظ نہ کیا اور کئی مواقع پر اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر خدا کی امانت کا حق ادا کیا۔ غزوۂ حنین کے موقع پر جب دشمن دائیں بائیں کے ٹیلوں پر چڑھ کر تیر برسا رہا تھا اور مکّہ کے نومسلموں کے بھاگ جانے کی وجہ سے صحابہؓ کے پاؤں بھی اُکھڑ گئے تھے آپؐ نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور اکیلے کافروں کے دورویہ لشکر میں گھس گئے۔ اُس وقت حضرت ابوبکرؓ نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا یا رسول اللہ مسلمانوں کو لوٹنے دیجئے وہ تھوڑی دیر میں آپؐ کے گرد جمع ہو جائیں گے۔ اس پر آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سختی سے ہٹا دیا اور فرمایا کہ میرے گھوڑے کی باگ کو چھوڑ دو اور گھوڑے کو ایڑی لگاتے ہوئے یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے

انا النبی لا کذب ✥ انا ابن عبد المطلب

۶

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رضی قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ النَّحْرِ .... اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ[1] قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔

(بخاری کتاب المناسک باب الخطبۃ ایّام منیٰ)

حجۃ الوداع کا دن ہے۔ ہاں یہ وہی مکّہ ہے جس میں آج سے تقریباً تئیس[۲۳] سال پہلے آپؐ نے صفا پہاڑی کے دامن میں قریش کو اکٹھا کر کے خدا کا پیغام سُنانا چاہا تھا لیکن انہوں نے آپؐ کی بات سُننے سے انکار کر دیا تھا۔ ہاں آج اُسی مکّہ میں لاکھوں انسانوں کے مجمع میں آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار

---

[1] بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور نے یہ فقرہ تین بار فرمایا اسی کو مدِّ نظر رکھ کر ترجمہ کیا گیا ہے۔

اُن سے مخاطب ہیں اور فرماتے ہیں:-

اے لوگو! کیا آج تم اِس بات کی گواہی دیتے ہو کہ جو پیغام تمہیں پہنچانے کا حکم خدا نے مجھے دیا تھا وہ میں نے تمہیں پہنچا دیا۔ ہاں میں پھر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا جیسا کہ حق تھا میں نے خدا کے پیغام کو تمہیں پہنچا دیا۔ ہاں میں پھر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا خدا کی امانت تمہیں پہنچانے کو اس کی طرف سے مجھے سپرد ہوئی تھی میں نے تمہیں پہنچا دی۔ کیا تم گواہ ہو کہ میں نے خدا کے فضل سے اپنی ذمہ داری کو پورا کر دیا اور آج میں خدا کے حضور سرخرو ہوں۔ تب اُس مجمع سے یہ بلند آواز اُٹھی کہ ہاں آپؐ نے خدا کا پیغام ہم تک پہنچا دیا۔ تب آپؐ نے آسمان کی طرف اپنی اُنگلی اُٹھائی اور کہا کہ اے خدا تُو بھی گواہ رہنا کہ آج یہ تیرے لکھوکھا بندے، تیرے فدائی تیری نظروں کے سامنے میرے حق میں یہ گواہی دے چکے ہیں کہ میں نے اپنی اس ذمہ داری کو پورا کر دیا ہے جو تیری طرف سے مجھ پر ڈالی گئی۔

اللّٰھم صلّ و بارك علیٰ محمّدٍ و اٰل محمّدٍ

تصیح نوٹ فرمالیں

ماہنامہ انصار اللہ کے گذشتہ شمارہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نظم بعنوان "چاہتوں کا سلام" میں شعر ۳ جو طبع ہوا ہے ؎

تمہاری خوشیاں جھلک رہی ہیں میرے مقدر کے زائچے میں
تمہارے خونِ جگر کی مَے سے ہی میرا بھرتا ہے جام کہنا

دراصل یہ شعر یوں ہے ؎

تمہاری خوشیاں جھلک رہی ہیں میرے مقدّر کے زائچے میں
تمہارے خونِ جگر سے ہی میرے غم کا بھرتا ہے جام کہنا

احباب کرام اس تبدیلی کو نوٹ فرمالیں۔

اسلام امن کا مذہب ہے

(محترم مولانا غلام باری صاحب سیف)

اسلام کے لغوی معنے اطاعت کے ہیں اور مراد یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت اور رضا کی خاطر اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں اس کے سپرد کر دی جائیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"سچا اسلام تو یہ ہے کہ قولاً اور فعلاً خدا تعالیٰ کو اپنی ساری طاقتیں سپرد کر دی جائیں اور اس کے احکام کے آگے گردن رکھ دی جائے۔"

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۳۹۳)

اسلام اور سِلْمٌ مترادف بھی ہیں جس کے معنے امن اور صلح کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مذہب اسلام کا نام رکھ کر اس طرف توجہ دلا دی کہ مذہب کی ایک غرض قیامِ امن ہے کہ اشاعتِ مذہب کے لئے امن کا قیام ضروری اور لابدی ہے۔

اسلام کی الہامی کتاب قرآن مجید میں یہ تعلیم دی

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرہ آیت ۲۵۶)

کہ دین میں کسی جبر کی گنجائش نہیں کیونکہ ہدایت اور گمراہی اپنے آثار، افادیت اور تعلیم کے لحاظ سے واضح اور بیّن ہیں۔

عقائد کو منوانے اور خدا کے قُرب کے حصول کے لئے جبر کی کیا ضرورت ہے ؟ مذہب کے مقصد کے حصول اور جبر میں کیا جوڑ اور تعلق۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :۔

"نہ جبر سے مسلمان کرنے کا حکم ہے۔ جس کتاب میں یہ آیت اب تک موجود ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں کرنی چاہیئے۔"

(ضمیمہ اسلام اور جہاد ص ۳۲)

اسلام کے ظہور کے بعد تیرہ سال تک بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے مکہ میں طرح طرح کے مظالم سہے۔ ان کو زدوکوب کیا گیا۔ تپتی ریت پر لٹا کر کوڑوں سے پیٹا جاتا۔ انہیں محصور کر کے ان کا سماجی بائیکاٹ کیا گیا۔ بچوں کی بھوک سے چیخیں بلند ہوتیں تو کفار قہقہے لگاتے۔ انہیں گھروں سے بے گھر کیا گیا۔ ایسے ایسے مظالم اُن پر توڑے گئے کہ آج بھی ان کو سُنکر انسانیّت کی جبین عرق آلود ہو جاتی ہے۔ انہوں نے مظالم سہے لیکن صبر کیا۔ اگر بعض صحابہؓ نے لڑائی کی اجازت مانگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"مجھے نہ لڑائی کی اجازت ہے نہ خون بہانے کی۔ مجھے اللہ کے حضور دعا کرنے کا حکم ہے اور ان کی ایذاء دہی پر صبر اور جہالت سے درگذر کرنے کی تلقین۔"

(ابنِ ہشام صفحہ ۳۲۰ مصری)

حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے ظالموں کے ظلم کی وجہ سے مکہ کو خیرباد کہہ دیا اور مدینہ آ گئے۔

اب انفرادی اذیّت سے گذر کر مخالفین نے مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کی تب دو ہجری صفر کے مہینہ میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں اپنے دفاع کی اجازت دی۔ فرمایا

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۙ

(الحج آیت ۴۰)

حضرت بانیٔ سلسلہ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ مظلوم ہیں تو اب اجازت دیتا ہے کہ تم بھی لڑو یہ نہیں حکم دیا کہ اب وقت تلوار کا ہے تم زبردستی تلوار کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان کرو بلکہ یہ کہا کہ تم مظلوم ہو اب مقابلہ کرو۔ مظلوم کو ہر ایک قانون اجازت دیتا ہے کہ حفظِ جان کے واسطے مقابلہ کریں۔ (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۶۶)

چنانچہ ۲ ہجری میں محرّم کے مہینہ میں پہلی دفاعی جنگ بدر کے میدان میں ہوئی۔ ۳ ہجری میں پھر مخالفین نے لشکر کشی کی اور اُحد کے میدان میں مسلمانوں نے دفاعی لڑائی لڑی۔ پانچ ہجری کو مخالف قوتوں نے اتحاد کر کے مدینہ اور مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے خندق کھود کر اپنا دفاع کیا۔ ان جنگوں کے بعد اگرچہ مسلمانوں پر ظلم توڑنے والوں کا زور ٹوٹ چکا تھا پھر بھی چھ ہجری میں مدینہ کے مقام پر مسلمانوں اور مخالف فریق میں صلح کا معاہدہ ہوا۔ اس میں بظاہر مسلمانوں نے دب کر صلح کی۔ بعض اکابر صحابہؓ کو

ان شرائط کی وجہ سے سخت انقباض تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے فتح مبین قرار دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ان کے مقاصد کے حصول کے لئے صلح ہی مفید ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ صلح اور امن کے دو سالہ دور میں جنگوں والے پانچ سالہ دور کی نسبت زیادہ آدمی اسلام میں داخل ہوئے۔ پہلے پانچ سالہ دور میں بالغ افراد کی تعداد تین ہزار سے متجاوز نہ تھی جبکہ ان دو سالوں میں یہ تعداد دس ہزار سے متجاوز ہوگئی کہ مذہب کی اشاعت کے لئے امن اور صلح زیادہ ممد اور مفید ہے۔ تین جنگوں میں اغیار کی ناکامی کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالفین کی پیش کردہ صلح کی شرائط کو تسلیم کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ اسلام امن اور صلح کا مذہب ہے۔

بانیٔ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد جو پہلا معاہدہ یہودِ مدینہ اور مدینہ کے اردگرد بسنے والے لوگوں سے کیا وہ بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اسلام امن کا مذہب ہے۔ اس معاہدہ کا ایک فقرہ مورّخ ابنِ ہشام نے یوں نقل کیا ہے

اِنَّ یھود بنی عوفٍ اُمّۃٌ مع المؤمنین (ابن ہشام ص ۳۵۶ مصری)

کہ مسلمان اور یہود مل کر ایک قوم ایک اکائی ہوں گے۔ آج سے چودہ سو سال پہلے بانیٔ اسلام نے قومیت کا کیا خوب تصور پیش کیا کہ ایک علاقہ میں باوجود مختلف ذہنی رجحان اور مذاہب رکھنے کے ہم سب ایک قوم ہوں گے۔

اس کے علاوہ قیامِ امن کے لئے اسلام نے کچھ بنیادی اصول وضع فرمائے۔

(۱) ان میں سے ایک یہ کہ کسی مذہب میں عیب چینی نہ کی جائے۔ کسی مذہب کے پیشوا کو بُرا نہ کہا جائے۔ فرمایا:-

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ (انعام آیت ۱۰۹)

کہ کسی مذہب کے پیشوا اور امام کو بُرا نہ کہا جائے ورنہ اس کے ردِّ عمل میں وہ آپ کے پیشوایان کو بُرا کہیں گے اور امن مجروح ہوگا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"اسلام ایسا مطہّر مذہب ہے کہ کسی مذہب کے بانی کو بُرا کہنے نہیں دیتا۔"

(ملفوظات جلد اوّل ص ۷)

اس دور میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے قیامِ امن کے لئے یہی تجویز پیش فرمائی۔ آپ نے فرمایا:-

"کچھ مدت تک اس طریق بحث کو بند کر دیا جائے کہ ایک فریق دوسرے فریق کے مذہب

کی نکتہ چینی نہ کرے..... کم از کم پانچ برس تک یہ طریق دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کا بند کر دیا جائے اور قطعاً ممانعت کر دی جائے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کے عقائد پر ہرگز مخالفانہ حملہ نہ کرے..... اگر کسی مذہب میں کوئی سچائی ہے تو وہ سچائی ظاہر کرنی چاہیئے نہ کہ دوسرے مذہب کی عیب شماری کرتے رہیں۔" (اسلام اور جہاد صـ۳۳)

(۲) قیامِ امن کے لئے دوسرا اصل اسلام نے یہ تجویز کیا کہ ہر مذہب کی ابتدائی تعلیم خدا کی طرف سے ہے۔ اس میں اگر کوئی تحریف و تبدیلی ہوئی ہے تو یہ تبدیلی نبی کے بعد ہوئی ہے ورنہ سارے انبیاء خدا کی طرف سے تھے اور ان کی تعلیم بھی خدا کی طرف سے تھی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر آیت ۲۴)

کہ ہر قوم میں خدا کی طرف سے انتباہ کرنے والے آئے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے اور بُری باتوں سے اجتناب کی تلقین کرتے رہے۔ فرمایا:-

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ

(النحل آیت ۳۷)

کہ ہم نے تمام قوموں کی طرف مامور اس لئے مبعوث کئے کہ لوگ ایک خدا کے عبد بن جائیں اور بُری باتوں سے اجتناب کریں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی آخری تصنیف پیغامِ صلح میں اسی اصل کو بیان فرمایا کہ صلح اور قیامِ امن کے لئے ضروری ہے کہ ہم تسلیم کریں کہ بانیانِ مذاہب خدا کی طرف سے تھے۔ اگر اس اصل کو تسلیم نہ کیا گیا تو کبھی مختلف مذاہب میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔

(۳) اسلام کا تیسرا اصل قیامِ امن کے لئے یہ ہے کہ مختلف مذاہب کم از کم مشترک پلیٹ فارم پر تو اکٹھے ہو جائیں آخر ان میں کچھ مشترک امور بھی تو ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم کے تحت اہلِ کتاب کو دعوت دی کہ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا۔ (آل عمران آیت ۶۵)

اے اہلِ کتاب آؤ اُن باتوں پر تو جمع ہو جائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہیں وہ یہ کہ سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت نہ کریں۔ کسی کو خدا کا شریک نہ بنائیں۔

کیا مفید اور خوبصورت ہے یہ تعلیم کہ اختلاف کا ذکر کرتے ہو موافق نکات کو کیوں تلاش نہیں کرتے۔ اختلاف کی بجائے اتحاد کی راہوں کا کیوں ذکر نہیں کرتے۔

(۴) چوتھا اصل اِس بارے میں اسلام نے یہ پیش کیا کہ کسی کی دلآزاری نہ کی جائے۔ اپنے مذہب کی خوبیاں بھی اِس طور بیان نہ کرو جس میں دوسرے مذہب کے بانی کے مرتبہ کو گرانے کی کوشش ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بار ایک مسلمان اور یہودی میں بحث کے دوران جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان نے کہا قسم ہے اُس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب جہانوں پر فضیلت دی۔ یہودی نے کہا قسم ہے اُس ذات کی جس نے موسیٰ کو سب جہانوں پر فضیلت دی اور نوبت بایں جا رسید کہ مسلمان نے یہودی پر ہاتھ بھی اُٹھایا۔ یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اِس امر کی شکایت کی۔ اِس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے موسیٰ پر فضیلت مت دو"

اور پھر حضرت موسیٰ کی فضیلت آپ نے بیان فرمائی۔ اور ایک روایت میں ہے

"انبیاء کے درمیان باہم فضیلت کا ذکر مت کرو۔"

(بخاری کتاب بدء الخلق باب فی الخصومات)

اِس واقعہ میں مسلمان نے اپنے عقیدہ کا اظہار کیا لیکن عقیدے کا اظہار اگر دوسرے کی دلآزاری پر منتج ہوتا ہو یا بات فساد تک پہنچ جاتی ہے تو یہ امر نامناسب ہے۔ کوئی ایسا پہلو جس میں اُس کے مذہب کے بانی کا استخفاف مقصود ہو اسلام میں روا نہیں۔

(۵) پانچواں اصل اِس بارہ میں یہ ہے کہ فطرتِ انسانی عزیز ہے اِس لئے ہر شخص کا احترام کیا جائے۔ صرف زندوں کا نہیں مُردوں کا بھی احترام کیا جائے۔ انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر انسان کی عزت کی جائے کسی کی تحقیر نہ کی جائے۔ اعلیٰ قدروں کا تقاضا ہے کہ انسانی شرف کو قائم کیا جائے۔ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے ایک جنازہ گزرا آپ کھڑے ہو گئے۔ یہ جنازہ مسلمان کا تھا۔ پھر ایک جنازہ گزرا تو بھی آپ کھڑے ہو گئے۔ یہ جنازہ ایک یہودی کا تھا کسی نے کہا حضورؐ! یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا:-

اَلَیْسَ نَفْسًا　　(بخاری کتاب الجنائز باب من قام لجنازۃ یھودی)

کہ کیا یہ انسان نہیں۔ یہ خدا کی مخلوق نہیں۔

کتنا بلند تخیل ہے جس کے ذریعہ ہر انسان کو لائقِ احترام قرار دیا۔ مکہ کا رہنے والا ایک شدید معاند سہیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا۔ جب مکہ فتح ہوا تو کسی نے کہا حضورؐ اسکے سامنے کے دانت نکال دئے جائیں تاکہ جب بات کرے تو سیٹی کی آواز نکلے۔ اِس پر حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا میں اِس کا مثلہ نہیں کروں گا اگر میں اِس کا مثلہ کروں تو باوجود نبی ہونے کے اللہ میرا مثلہ کرے۔ (ابن ہشام ص۴۷۶)

ایک بار آپؐ کے ایک مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو جو عمرو بن عاص کے صاحبزادے تھے نے ایک بکری ذبح کروائی۔ باہر سے گھر تشریف لائے۔ غلام بکری ذبح کر کے اُس کی کھال اتار رہا تھا تو آپ نے فرمایا گوشت سب سے پہلے میرے یہودی پڑوسی کو بھجوانا۔ (ادب المفرد باب الجار الیھودی)

کیا امن اور سلامتی کی اِس سے بہتر کوئی راہ ہے۔ یہ ہے احترامِ انسانیت اور خیر خواہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا دین نام ہے خیر خواہی کا۔ یعنی ہر ایک کا بھلا چاہنے کا۔ (بخاری کتاب الایمان)

اِسلام کی غلط تعبیر یا غلط تشریح کی وجہ سے یہ اعتراض بڑی شدّت سے کیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا یہ کہ اسلام کی اصل طاقت تلوار ہے۔

یہ اعتراض جتنا کثرت سے دہرایا گیا ہے اتنا ہی یہ غلط اور جھوٹ ہے۔ مذہب تو نیک اور پاک تبدیلی کا تقاضا کرتا ہے اور یہ تلوار یا طاقت سے کیسے ممکن ہے۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت بلالؓ، حضرت یاسرؓ، حضرت عمارؓ کس تلوار سے اِسلام لائے تھے۔ وہ تو پٹتے تھے اور ان کا ایمان اَور بڑھتا تھا۔ اسلام پھیلا تھا نیک نمونہ، اپنی دلکش تعلیم، آسمانی نشانوں اور خدائی تائید سے۔ حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"خوب یاد رکھو کہ اسلام ہمیشہ اپنی پاک تعلیمات اور ہدایت اور اپنے ثمرات انوار و برکات اور معجزات سے پھیلا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان نشانات آپؐ کے اخلاق کی پاک تاثیرات نے اسے پھیلایا ہے۔ اور وہ نشانات اور تاثیرات ختم نہیں ہوگئی ہیں بلکہ ہمیشہ ہر زمانہ میں تازہ بتازہ موجود رہتی ہیں۔"

(لیکچر لدھیانہ صفحہ ۲۱ تا ۲۵)

الغرض اسلام کی تعلیم کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا نمونہ موجود ہے لیکن ہر کہ ومہ کے عمل کا نام اسلام نہیں۔ اگر کوئی بعض مسلمان سلاطین کے عمل کو پیش کرے تو اس کا جواب حضرت بانیٔ سِلسلہ نے یوں دیا ہے کہ:-

"اسلام اُن بادشاہوں کی کارروائیوں کا ذمہ دار نہیں ہے جو نبوّت کے زمانہ کے بعد سراسر غلطیوں یا خود غرضیوں کی وجہ سے ظہور میں آئیں۔"

(ضمیمہ اسلام اور جہاد ص۳۲)

قرآن میں جہاد کا حکم ہے اور قرآن سے ہی ثابت ہے کہ جہاد کا لفظ اپنے اندر بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ جہاد کے معنے کوشش کے ہیں۔ اشاعتِ اسلام کی لگن، تڑپ اور اس کے لئے سعی جہاد کہلاتی ہے اور اسلام کی سربلندی اور اشاعت کے لئے اپنی تربیت اور اصلاح نفس کو بھی قرآن نے جہاد کہا ہے۔ قرآن کے ذریعہ تبلیغ اِس کی تعلیم کی اشاعت کو قرآن میں جہاد کہا گیا ہے۔ اِس غرض کے لئے مالی قربانی کو جہاد کہا گیا ہے۔ اور اگر دشمن تلوار کے زور سے اسلام کو مٹانے کے درپے ہو تو اس کے دفاع کو بھی جہاد کہا گیا ہے۔ اِس لئے یہ اعتراض باطل ہے کہ اسلام جنگ کا مذہب ہے۔ اس کی تعلیم، بانیٔ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ اور آپؐ کی تعلیم اِس کی تردید کے لئے کافی ہے۔

فتح مکّہ کے تاریخی موقع پر جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تئیس سال تک ایذاء دینے والے اور مخالفت پر کمربستہ اور خون کے پیاسوں کو معاف فرمایا۔ یہ خود اسلام کی امن پسندی کا مظہر ہے اپنے چچا حمزہ کی لاش کا مثلہ کرنے والی ہندہ کو بھی معاف کر دیا۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کو بھی معاف کر دیا اور عام معافی کا اعلان فرمایا۔ مکّہ میں داخل ہوتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن خدا کے حضور اس طرح جھکی تھی کہ سر کجاوے سے لگ رہا تھا اور زبان پر قرآن کی یہ آیت جاری تھی إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا کہ ہم نے تجھے یہ واضح فتح عطا فرمائی۔ تاریخ کے صفحات پلٹ کر دیکھئے کیا ایسی عاجزی اور امن کا مظاہرہ کسی فاتح سے دیکھنے میں آیا۔

مرکزی امتحان انصار اللہ سہ ماہی سوم

مرکزی امتحان انصار اللہ سہ ماہی سوم ۱۳۶۵ہش / ۱۹۸۶ء کے پرچے تمام زعماء اعلیٰ کو براہِ راست اور زعماء کو بوساطت ناظمین اضلاع ارسال کر دیئے گئے ہیں۔ جن زعماء کو ابھی تک موصول نہ ہوئے ہوں وہ ناظم صاحب ضلع یا براہِ راست مرکز سے جلد منگوا لیں۔ اِس امتحان کا نصاب مندرجہ ذیل ہے:۔

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۷ ربع سوم
۲۔ کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی"
۳۔ کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام"
۴۔ کتاب بنیادی نصاب

زعماء کرام سے گزارش ہے کہ زیادہ سے زیادہ انصار کو امتحان میں شریک کریں اور حل شدہ پرچے جلد از جلد مرکز کو بھجوا دئے جائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

شذرات

حقیقتِ حال

پروفیسر محمد عثمان صاحب اپنے مضمون "پاکستانی معاشرے کا ایک تجزیہ" (۲) میں لکھتے ہیں :۔

"متحدہ ہندوستان کے تین مسلمان گروہوں نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ جمعیت علمائے ہند، مجلس احرارِ اسلام اور کانگریس میں شامل مسلمان بڑی حد تک کانگریس کی ہم نوائی میں مخالفِ پاکستان تھے۔ چھوٹی موٹی اَور بھی کئی مسلمان جماعتیں اس مخالفت میں مصروف تھیں۔ مثلاً ایک مومن کانفرنس ہوتی تھی مگر جب پاکستان بن گیا تو دیوبندی اور کانگریسی اور احراری عناصر کچھ تو خطّۂ پاکستان میں پہلے سے موجود تھے اور کچھ ہندوؤں کے مظالم سے تنگ آکر پاکستان میں آئے اور ان کی مخالفت جلد ٹھنڈی پڑ گئی اور وہ بڑی حد تک پاکستان کی حقیقت کو قبول کر کے پاکستانی بن گئے ..... مگر تیسرا گروہ جس نے اسلام کے نام پر اور اسلام کی محبّت میں پاکستان کی مخالفت کی تھی اس کی بن آئی۔ کانگریس نوازوں کی کانگریس سرحد پار رہ گئی تھی اور انگریز کے چلے جانے سے یونین اسٹوں کی انگریز نوازی اور مسلم دشمنی کے تمام سہارے ٹوٹ گئے تھے مگر اسلام دوستوں کا اِسلام تو کہیں گیا نہ تھا بلکہ پاکستان بن جانے پر قدرتاً اس کی طاقت کو فروغ ملنا تھا سو ملا۔ اس صورتِ حال سے اس گروہ نے ایک ذہین، دُور اندیش اور سخت کوشش گروہ کی طرح پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔ جو خلا پیدا ہوا تھا اس کو پُر کرنے کا خیال کِسی اَور طبقے میں بہ وجوہ پیدا نہ ہوا۔.....

میدان خالی پاکر سب سے پہلے اس گروہ نے قائدِ اعظم، لیاقت علی خان اور دوسرے مسلم لیگی رہنماؤں کی کردار کُشی کی مہم کا آغاز کیا اور اس کے بعد انہوں نے نہایت قابلیت اور عرق ریزی سے اسلام کی بنیادی تعلیمات کی ایسی تاویل پیش کرنی شروع کی جو انتہا پسندی کی طرف لے جانے والی تھی اور سیاست، معیشت، معاشرت اور جدید مسائلِ حیات میں جو موقف علامہ اقبالؒ اور قائدؒ کا تھا اور ہو سکتا تھا یہ تاویل و تفسیر قریب قریب اس سے متصادم تھی۔ اقبال اور قائد کا ذہن لبرل، جمہوریت پسند،

عوام دوست، انسانیت نواز، انصاف طلب، استحصال دشمن اور قدیم وجدید کے حسین ترین امتزاج اور بہترین عناصر کا عکاس تھا۔ مولانا مودودی مرحوم نے اپنی طویل فکری اور عملی زندگی میں بہت کچھ سیکھا، بہت کچھ سمجھا اور سکھایا بھی۔ انہوں نے تحریک کے دَوران تحریکِ پاکستان کے خلاف جو اسلامی استدلال وضع کیا تھا وہ اس سے رجوع کر چکے تھے۔ اب قانون سازی، مجلسِ قانون ساز، ووٹ اور ووٹر سے انہیں کوئی الرجی نہ تھی قرار دادِ مقاصد کی منظوری کو اس میں دلیل بنایا گیا۔ وہ جمہوریت کے معروف طور طریقوں کے بھی قائل ہو گئے تھے۔ وہ باقاعدہ ایک سیاسی جماعت کے بانی اور معروف معنی میں سیاسی لیڈر بن چکے تھے۔ ساری زندگی وہ عورت پر سیاست کے دروازے بند کرتے رہے اور کھلی معاشرتی زندگی میں اس کی شرکت کے مخالف رہے مگر جب ایوب خان کی آمریت کو ختم کرنے کی کوئی سبیل نظر نہ آئی تو مادرِ ملت مس فاطمہ جناح کی صدارت کا پرچم بلند کرنے میں بھی پیش پیش تھے ...... اگر بطور جماعت مسلم لیگ ذرا مخلص ہوتی، اگر ۴۸ء کے بعد اس کے زعماء میں چند عالم فاضل افراد ایسے ہوتے جن کے "صلاح"، مشورے پر مسلم لیگ حکومتیں کان دھرتیں اور حالات کے بہت بگڑ جانے سے پہلے پہلے وہ ملک کے لئے ایک ایسا آئین مرتب کر سکتے جو لبرل، جمہوریت پسند، انسان نواز اور اسلام کی رُوح کو جذب کر کے پاکستان کو ایک جدید عہد میں زندہ رہنے اور ترقی کرنے والے ملک کی شکل دے سکتا تو وہ خلا پیدا ہی نہ ہوتا جس کی کیچڑ میں مچھلی پکڑنے کی آرزو میں بہت سے افراد نے اسلام کے نام پر ایسے ایسے مطالبات کئے ایسے ایسے راستوں پر قوم کو گھسیٹنے کی کوشش کی جو نہ اسلام کی روح کے مطابق تھے نہ تحریکِ پاکستان کا مقصد ان سے پورا ہوتا تھا اور نہ بانیانِ پاکستان کے وہم و گمان میں آ سکتے تھے۔ سچی بات یہ ہے کہ اسلام کے اصولوں کے مطابق ایک جدید مسلم ریاست کی تشکیل کوئی آسان کام نہیں اور ابھی تک کسی مسلمان ریاست کو اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی"۔ (نوائے وقت لاہور ۲ر اکتوبر ۱۹۸۶ء صٓ۳)

"ندامتوں کا بوجھ

جناب نذیر ناجی نوائے وقت لاہور میں اپنے کالم سویرے سویرے میں زیرِ عنوان خودکشی رقمطراز ہیں:-

"کل سینٹر بریگیڈیر قیوم کہہ رہے تھے" دُنیا میں شاید ہی کوئی دوسری قوم اتنے شارٹ نوٹس پر خودکشی کے لئے تیار ہوتی ہو۔ ایک غیر ملکی نے گذشتہ روز کے چند واقعات کا حوالہ دیا اور

تباہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طنزاً بولا "بیت المقدس یہودیوں کے زیر انتظام نہ ہوتا تو خدا جانے تم لوگ الاقصیٰ کے ساتھ کیا سلوک کرتے"۔ افغانستان، ایران، عراق اور لبنان میں جتنی مسجدوں کو مسلمانوں نے خود شہید کیا ہے شاید اتنے قلیل عرصے میں کفار نے نہ کی ہوں۔ یہی کیا کم تھا؟ کہ ندامتوں کا ایک نیا بوجھ ہم نے خود پر لاد لیا"۔

(نوائے وقت لاہور ۲۱ ستمبر ۱۹۸۶ء صہ۲)

"اپنی انا کے حصار سے باہر نکلیں"

روزنامہ نوائے وقت لاہور اپنے ۲۴ ستمبر ۱۹۸۶ء کے اداریہ بعنوان "اسلام — اجارہ داری کی سوچ کیوں؟" کے تحت تحریر کرتا ہے:۔

"یہ دُکھ کی بات ہے کہ بعض طبقوں نے اسلام کو ذاتی جائیداد بنا لیا ہے اور مذہبی علوم کی تشریح و تعبیر کی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے۔ اس روش سے ایک سیدھا سیدھا یہ نقصان ہو رہا ہے کہ اسلامی قوتیں باہم متحد نہیں ہو سکتیں اور ان کے نفاق سے دشمن عناصر فائدہ اُٹھا رہے ہیں لیکن اس روش کا ایک غیر محسوس نقصان یہ بھی ہے کہ نئی نسل اور خاص طور پر تعلیم یافتہ نوجوان مذہب سے باغی ہو رہے ہیں اور اس کے دل و دماغ میں اسلام کے خلاف نفرت کے جراثیم داخل کئے جا رہے ہیں۔ اسی فکری گمراہی کا شکار ہو کر وہ وطن دشمن عناصر کی جھولی میں جا گرتا ہے اور اگر اس کا قلب و ذہن شدید ردِّ عمل کی زد میں ہو تو وہ بھٹک کر تخریب کاروں کی صفوں میں جا شامل ہوتا ہے۔ قوم کے یہی نوجوان ہمارے مستقبل کے وارث اور مالک بننے والے ہیں اور اگر ہم نے انہیں اس طرح مذہب سے باغی اور متنفر بنانے کا عمل ترک نہ کیا تو نتیجہ سب کو معلوم ہے۔ اس صورتِ حال کو ہر پاکستانی افسوسناک قرار دے گا اور ہم نفاذِ اسلام کے علم برداروں سے عرض کریں گے کہ وہ اپنی انا کے حصار سے باہر نکلیں، دیگر اسلامی قوتوں کو پہچاننے کی کوشش کریں اور باہم دست و گریباں ہو کر اپنی اور دوسروں کی قوت ضائع کرنے کے بجائے آپس میں اتفاق اور اتحاد کی فضا پیدا کر کے ایک دوسرے کے لئے طاقت کا باعث بنیں"۔

"مَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ"

اذکار و افکار کے کالم میں جناب مرزا ادیب زیرِ عنوان "کلامِ اقبال میں حضرت ابراہیمؑ اور ان کے

فرزندِ ارجمند کی تلمیحات" رقمطراز ہیں :-

"وہ سکوتِ شام صحرا میں غروبِ آفتاب
جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیل

حضرت ابراہیم جو بابل کے ایک بُت تراش اور بُت پرست آذر کے بیٹے تھے انہوں نے بتوں سے قطع نظر کر کے سب سے پہلے ایک روشن ستارے کو اپنا معبودِ حقیقی تسلیم کیا، ستارہ ڈوب گیا تو انہوں نے چاند کے بارے میں خالق ہونے کا گمان کیا۔ چاند بھی غروب ہو گیا تو آفتاب جہاں تاب کو یہ مرتبہ دیا لیکن سورج بھی دن بھر کی مسافت طے کرنے کے بعد شفق کی جھیل میں اُتر کر آہستہ آہستہ غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے سوچا کہ جو چیز مرگ آشنا ہے اور خود کو سلامت رکھنے کی صلاحیت سے محروم ہے وہ خالقِ حقیقی نہیں ہوتی۔"

(خصوصی اشاعت روزنامہ نوائے وقت دلی ایڈیشن ۴ ستمبر ۱۹۸۶ء آخری صفحہ)

"آمروں کی ہاں میں ہاں ملانے والے علماء نے اسلام کو رسوا کیا ہے"

(احسان الٰہی ظہیر)

"انہوں نے حکومت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ اس نے ۹ سال میں اسلام کے لئے کچھ بھی نہیں کیا۔ انہوں نے کہا جو علماء آمروں کو تقویت پہنچانے کا سبب بنتے اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں انہوں نے ہی اسلام کو رسوا کر کے مسلمانوں کی بدنامی کرائی ہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر نے کہا کہ شریعت بل کے بارہ میں ہمارا موقف واضح ہے ہم غیر شرعی کو شریعت قرار دے کر گناہ کا ارتکاب نہیں کر سکتے۔"

(روزنامہ جنگ لاہور ۳۰ ستمبر ۱۹۸۶ء صفحہ ۶ کالم ۱ تا ۵)

نتائج سامنے ہیں

"کیا وہاں ڈاکے جُوئے رشوت کی گنجائش بھی تھی
نو برس جس ملک میں اِسلام کا چرچا رہا
ان نتائج پر کوئی اِس کے سوا کیا کہہ سکے
رُوئے استبداد پر اسلام کا پردہ رہا"

(وقار انبالوی : نوائے وقت ۱۵ ستمبر ۱۹۸۶ء صفحہ ۳)

۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء تک سو فیصد بجٹ ادا کرنیوالی مجالس کی دعائیہ فہرست

سالانہ اجتماع تک سو فیصد بجٹ ادا کرنے والی مجالس کی فہرست حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بغرض دعا ہر سال پیش کی جاتی ہے امسال بھی ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء تک سو فیصد بجٹ ادا کرنے والی مجالس کی فہرست حضورِ انور کی خدمت میں بغرض دعا ارسال کی جائے گی۔ زعماء اعلیٰ / زعماء صاحبان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اِس امر کو یقینی بنائیں کہ ان کی مجلس کا بجٹ ۳۱ اکتوبر تک سو فیصد ادا ہو جائے تا ان کی مجلس کا نام دعائیہ فہرست میں شامل ہو سکے۔

ماہ ستمبر کے شمارہ میں صرف چند اضلاع کی مجالس کی فہرست شائع ہو سکی اور لکھ دیا گیا "باقی آئندہ" اب مکمل فہرست ماہ نومبر یا دسمبر کے شمارہ میں انشاء اللہ شائع کی جائے گی۔

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

انعامی مقابلہ برائے اطفال الاحمدیہ

انشاء اللہ تعالیٰ سالانہ اجتماع اطفال الاحمدیہ کے موقع پر حسبِ سابق دینی معلومات کا ایک زبانی امتحان لیا جائے گا جس میں اوّل اور دوم آنے والے اطفال کو بالترتیب -/۲۴۰ روپے اور -/۱۲۰ روپے انعام دیا جائے گا۔ اِس مقابلہ کا نصاب درج ذیل ہے:-

(۱) نماز باترجمہ (۲) سورۃ البقرہ کی ابتدائی سترہ آیات زبانی یاد کرنا (۳) آخری پارہ کی کم از کم دس سورتیں زبانی یاد کرنا (۴) دینِ حق کے بنیادی عقائد (۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے مختصر حالات (۶) خلفاءِ راشدین کے مختصر حالاتِ زندگی (۷) سِلسلہ عالیہ احمدیہ کی مختصر تاریخ اور احمدیت کی امتیازی شان (۸) حضرت اقدس بانیٔ سِلسلہ عالیہ احمدیہ کے حالاتِ زندگی (۹) خلفاء حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مختصر حالاتِ زندگی اور ان کی جاری کردہ تحاریک کا تعارف (۱۰) درِّثمین اور کلامِ محمود سے پندرہ پندرہ اشعار زبانی سنانا۔

زعماء کرام اِس انعامی مقابلہ کے لئے اطفال کو تیار کریں پہلے مقامی اور پھر ضلعی سطح پر مقابلے کروا کر اوّل اور دوم آنے والے اطفال کو مرکزی مقابلہ میں شرکت کے لئے بھجوائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

کمالِ استقامت

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

”یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمالِ استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزّت اور آبرو کو معرضِ خطر میں پاویں اور کوئی تسلّی دینے والی بات موجود نہ ہو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلّی دینے والے کشف یا الہام یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلّت پر خوش ہو جائیں۔ موت پر راضی ہو جائیں ...... اور ہر چہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے کر دیں اور قضاء و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے۔ یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آرہی ہے۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۰۶،۱۰۵)

ضمیمہ

انصار اللہ

ماہنامہ ربوہ

اکتوبر ۱۹۸۶ء

ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

جبتک انسان میں ابتلاء کی برداشت نہ ہو تب تک وہ بیعت میں داخل نہیں ہے

بیعت سے مُراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی جان آج خدا تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دی

سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

۱۔ "جو ہمارا مرید الٰہی محبت کی آگ سے جلتا ہوگا اور خدا تعالیٰ کو حقیقی طور پر پا لینے کی خواہش کمال درجہ پر اس کے سینہ میں شعلہ زن ہوگی اُسی پر بیعت کا لفظ حقیقی طور پر صادق آوے گا یہاں تک کہ کسی قسم کے ابتلاء کے نیچے آکر وہ ہرگز متزلزل نہ ہو بلکہ اور آگے قدم بڑھاوے ......

بیعت کا لفظ ایک وسیع معنے رکھتا ہے اور اس کا مقام ایک انتہائی تعلق کا مقام ہے کہ جس سے بڑھ کر اور کسی قسم کا تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ ہمارے نور کی پوری روشنی میں نہیں ہیں۔ جب تک انسان کو ابتلاء کی برداشت نہ ہو اور ہر طرح سے وہ اس میں ثابت قدمی نہ دکھا سکتا ہو تب تک وہ بیعت میں نہیں ہے۔ پس جو لوگ صدق و صفاء میں انتہائی درجہ تعلق پر پہنچے ہوئے ہیں خُدا تعالیٰ ان کو امتیاز میں رکھتا ہے۔" (جلد ۵ صفحہ ۵)

۲۔ "اس میں کچھ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی راہ بہت دشوار گزار ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اتارے تب تک وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مقبول نہیں ہوتا ... بیعت سے مراد خدا تعالیٰ کو جان سپرد کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی جان آج خدا تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں چل کر انجام کار کوئی شخص نقصان اٹھاوے۔ صادق کبھی نقصان نہیں اٹھا سکتا۔ نقصان اُسی کا ہے جو کاذب ہے، جو دنیا کے لئے بیعت کو اور عہد کو جو اللہ تعالیٰ سے اُس نے کیا ہے توڑ رہا ہے۔ وہ شخص جو محض دنیا کے خوف سے ایسے امور کا مرتکب ہو رہا ہے وہ یاد رکھے بوقت موت کوئی حاکم یا بادشاہ اسے نہ چھڑا سکے گا۔ اس نے احکم الحاکمین کے پاس جانا ہے جو اس سے دریافت کرے گا کہ تُو نے میرا پاس کیوں نہیں کیا؟ اس لئے ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ خُدا جو ملک السمٰوات والارض ہے اُس پر ایمان لاوے اور سچی توبہ کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ امر بھی یونہی حاصل نہیں ہوتا ہے۔ خدا ہی یہ امر دل میں بٹھائے تو بیٹھ سکتا ہے۔ سو اس کے لئے دعا درکار ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدق سے قدم اٹھاتا ہے اس کو عظیم الشان طاقت اور خارق عادت قوت دی جاتی ہے۔" (جلد ہفتم ص ۲۹، ۳۰)

ضمیمہ

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

اخاء ۱۳۶۵ ہش

اکتوبر ۱۹۸۶ء

★★★★★

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

مدیرانِ اعزازی

- ملک صلاح الدین صاحب بھارت
- مبارک احمد صاحب ساقی لندن
- کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

★★★★★★

پبلشر :- چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر :- قاضی منیر احمد
مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۸۳۳

قیمت ..... ایک روپیہ

صحت کی اطلاع

ربوہ ۱۲/۱۲ اخاء ، اکتوبر ۔ حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی صحت کے بارے میں آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ :۔

"بواسیر اور ٹانگ میں درد کی وجہ سے طبیعت ناساز ہے کمزوری بھی بہت ہے ۔"

احباب کرام توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضرت بیگم صاحبہ موصوفہ کو صحتِ کاملہ عطا فرمائے اور برکتوں سے معمور طویل عمر عطا فرمائے آمین

انعامی مقابلہ برائے اطفال الاحمدیہ

انشاء اللہ تعالیٰ سالانہ اجتماع اطفال الاحمدیہ کے موقعہ پر حسب سابق دینی معلومات کا ایک زبانی امتحان بھی لیا جائے گا ۔ جس میں اول اور دوم آنے والے اطفال کو بالترتیب ۲۴۰/- روپے اور ۱۲۰/- روپے انعام دیا جائے گا ۔ اس مقابلہ کا نصاب درج ذیل ہے ۔

۱ ۔ نماز باترجمہ ۔ ۲ سورۃ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات زبانی یاد کرنا ۔
۳ ۔ آخری پارہ کی کم از کم دس سورتیں زبانی یاد کرنا ۔
۴ ۔ دین حق کے بنیادی عقائد ۔
۵ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے مختصر حالات ۔
۶ ۔ خلفاء راشدین کے مختصر حالاتِ زندگی ۔
۷ ۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مختصر تاریخ اور احمدیت کی امتیازی شان ۔
۸ ۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے حالاتِ زندگی ۔
۹ ۔ آئمہ [illegible] سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مختصر حالاتِ زندگی اور ان کی جاری کردہ تحاریک کا تعارف ۔
۱۰ ۔ درثمین اور کلام محمود سے پندرہ پندرہ اشعار زبانی سنانا ۔

زعماء کرام اس انعامی مقابلہ کے لئے اطفال کو تیار کریں ۔ پہلے مقامی اور پھر ضلعی سطح پر مقابلے کروا کر اوّل اور دوم آنے والے اطفال کو مرکزی مقابلہ میں شرکت کے لئے بھجوائیں ۔

(قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

غفلت اور ریاء دو خطرناک برائیاں ہیں جو نمازوں کو مردود بنا دیتی ہیں

ان برائیوں کا علاج نماز سے باہر تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ علاج خود نماز میں موجود ہے

نماز سے محبت پیدا کریں اور اس سے پورا استفادہ کریں تب حقیقی خدا سے تعارف حاصل ہوگا

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۸۵ء کا اصل متن (قسط اوّل)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورۃ النساء کی آیات ۱۴۳ اور ۱۴۴ کی تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا:-

خدا کی بارگاہ میں قبولیت نہ پانے والی نمازیں

سورۃ نسآء کی یہ دو آیات جو میں نے پڑھی ہیں ان میں بعض ایسی نمازوں کا ذکر ہے جو خدا کی بارگاہ میں قبولیت نہیں پاتیں اور رد کر دی جاتی ہیں۔ پس قرآن کریم جہاں مقبول نمازوں کا بڑی تفصیل سے ذکر کرتا ہے اور ان کی صفات کھول کھول کر بیان کرتا ہے وہاں مردود نمازوں کا حال بھی بہت کھول کر اور بلا شک و شبہ بڑی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔

وہ نمازیں جو رد کر دی جاتی ہیں اور جو فائدے کی بجائے نقصان پہنچاتی ہیں اور جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے یہاں تک فرمایا: فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ہلاکت ہو ان لوگوں کے لئے جو ایسی نمازیں پڑھتے ہیں یعنی وہ نمازیں جو پڑھنے والے پر رحمت کی بجائے لعنت ڈالتی ہیں ان کی تفصیل جہاں جہاں بھی قرآن کریم میں ملتی ہے اس میں دو علامتیں بڑی نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ۔ منافق انسان اللہ کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے مگر درحقیقت خدا کی تقدیر اُسے دھوکا دے دیتی ہے اور جس ذریعہ سے وہ خدا کو دھوکا دینا چاہتا ہے وہ ذریعہ اُس پر اُلٹ پڑتا ہے۔ دوسرے فرمایا وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی ان لوگوں کی ایک علامت یہ ہوتی ہے کہ جب بھی وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں سستی اور کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں،

ان میں فروتنی نہیں پائی جاتی، ان میں جوش اور ارادہ اور ذوق نہیں پایا جاتا۔ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وہ لوگوں کو دکھانے اور ریاء کاری کی خاطر نمازیں ادا کرتے ہیں وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا اور جہاں تک یادِ الٰہی کا تعلق ہے ان کی نمازیں عملاً یادِ الٰہی سے خالی ہوتی ہیں، مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ وہ دو باتوں کے درمیان تذبذب میں پڑے رہتے ہیں یعنی دنیا اور خدا کے درمیان، لَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ نہ وہ اِدھر کے رہتے ہیں اور نہ اُدھر کے رہتے ہیں نہ دنیا کے ہوتے ہیں نہ خدا کے ہو جاتے ہیں۔ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ سَبِیْلًا اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دے تو اُس کے لئے پھر کوئی حق پانے کی راہ نہیں پائے گا، کوئی راستہ نہیں دیکھے گا جس کے ذریعہ وہ ہدایت پا سکے۔

مردود نمازوں کے متعلق بعض غلط تصورات کی تردید

ان آیات میں بعض نمازوں کے متعلق بڑا شدید انذار پایا جاتا ہے جب بعض مومن قرآن کریم کی ان آیات میں سے گزرتے ہیں تو لرز جاتے ہیں۔ اور انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اکثر انسانوں کی نماز میں کسالی کی حالت بڑی کثرت کے ساتھ ملتی ہے۔ خواہ اس میں ریاء کا پہلو ہو یا نہ ہو۔ کسالی کی حالت اس میں اکثر و بیشتر موجود ہوتی ہے اسی لئے ہلاکت کے جن کیڑوں کی نشاندہی کی گئی ہے اُن میں کسالی کے کیڑے

کا بڑا نمایاں طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ بعض لوگ ایسی حالت میں نماز پڑھتے ہیں کہ وہ کاہلی اور سستی اور غفلت اور بے توجہی کا شکار ہو جاتے ہیں جب بعض مومنوں کی ان باتوں پر نظر جاتی ہے تو وہ سوچنے لگتے ہیں کیا ایسی نمازیں انسان کو فائدہ کی بجائے نقصان تو نہیں پہنچا ئیں گی۔ کیا بہتر نہیں کہ انسان ایسی نمازوں کو ترک کر دے اور اس خطرہ کی راہ سے ہی نہ گزرے جہاں خود نمازیں انسان پر لعنتیں ڈال رہی ہوں۔ اس قسم کے خیال درست نہیں کیونکہ یہ سب اندیشے اور محض واہمے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں کسالی کی حالت کو یُرَآءُوْنَ کی حالت کے ساتھ باندھ کر ہر جگہ اس مضمون میں ایک ہی قسم کی روش اختیار فرمائی ہے، کہیں ایک جگہ بھی محض غفلت کی حالت میں نماز پڑھنے کو ایسا گناہ اور جرم قرار نہیں دیا جس کے نتیجہ میں نماز انسان کو ہلاکت کی طرف لے جائے" اور نہ قرآن کریم نے یہ ذکر کیا ہے کہ خیالات کی یورش کے نتیجہ میں ایسے شخص کی نماز لازماً رد کر دی جائے گی اور وہ گناہ کا موجب بنے گی۔ بعض جوڑے مل کر ایک مکمل مضمون بناتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں جہاں جہاں مہلک نمازوں کا ذکر ہے وہاں آپ ریاء اور غفلت کا جوڑا اکٹھا پائیں گے یعنی نماز کو جرم بنانے کے لئے ان دو شرائط کا اکٹھا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ٥ الَّذِیْنَ هُمْ
عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ٥ الَّذِیْنَ
هُمْ یُرَآءُوْنَ ٥ وَیَمْنَعُوْنَ
الْمَاعُوْنَ (الماعون آیت ۵ تا ۸)

ہلاکت ہو اُن نمازیوں کی، لعنت پڑے ان نمازیوں پر اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ جو اپنی نمازوں سے غفلت برتتے ہیں اور پھر بغیر تردد کے اور عطف ڈالے فرمایا اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ یعنی غفلت کرنے والے اُن نمازیوں پر لعنت ہو جن میں ریاء کا پہلو پایا جاتا ہے۔ پھر ایک اور جگہ فرمایا۔

وَلَا یَأْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ کُسَالٰی
وَلَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ کٰرِهُوْنَ
(التوبہ آیت ۵۴)

اس آیت میں بھی ایسے نمازیوں کا ذکر ہے جو دل میں ایمان نہ رکھتے ہوئے بھی ریاء کاری کی خاطر نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اُن میں دو صفات پائی جاتی ہیں ایک یہ کہ غفلت کی حالت میں نمازیں ادا کرتے ہیں دوسرے یہ کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں اور بہت بوجھ محسوس کرتے ہیں

نمازوں کو درست کرنے کا خودکار نظام

پس پہلی بات تو یہ ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ وہ مبتدی اور صالح آدمی جو بے اختیاری کی حالت میں نماز کے مغز اور اس کی روح کو نہیں پا سکتا، جس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس راہ میں کیسے چلنا ہے، جو دیانت داری سے کوشش تو کرتا ہے لیکن ٹھوکریں کھاتا ہے اور گر پڑتا ہے۔ وہ چاہتا تو ہے کہ محبوب کی منزل تک پہنچ جائے لیکن بے اختیاری اور مجبوری کی حالت میں راستے کی ٹھوکروں کا شکار ہوتا رہتا ہے، ایسے نمازی پر قرآن کریم نے کہیں بھی لعنت نہیں ڈالی اور ایسی نماز کے مردود ہونے کے متعلق کوئی اعلان نہیں کیا بلکہ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ کی حالت ہی بتا رہی ہے کہ مومن کی نمازوں کو یہ خطرات لاحق ہوں گے اور وہ اپنی نمازوں کو کھڑا کرنے کی ہر وقت کوشش کرتا رہے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ پھر وہ کیا طریق ہیں جن کے ذریعہ ہم اپنی نمازوں کو درست کریں یا جن کے ذریعہ ہماری نمازوں کا قبلہ درست ہو جائے۔ اس کے لئے نماز سے باہر حل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے خود نماز کے اندر ان مسائل کا حل موجود ہے۔ چنانچہ وہ شخص جو نیک نیتی سے اللہ تعالیٰ کی جانب اپنی توجہات مرکوز کرنی چاہتا ہے اور جو دیانتداری سے کوشش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حاجات اور مناجات اور آرزوں اور امنگوں کا قبلہ بن جائے تو ایسے شخص کے لئے خود نماز میں وہ نظام موجود ہے جو اس کے قبلے کو درست کرتا رہتا ہے اور اس کا قبلہ درست کرنے میں اس کا مددگار بنتا ہے۔

"اللہ اکبر" کی بار بار تکرار میں پوشیدہ حکمت

اس ضمن میں سب سے پہلی اور سب سے اہم بات جو قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کی اتنی تکرار کیوں ہوئی اور نماز کے ہر موڑ پر پہلے اللہ اکبر کہنے کی ہدایت کیوں ہوئی؟ نماز کا آغاز بھی اللہ اکبر سے ہوتا ہے اور پھر نماز میں سوائے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کے ہر حرکت پر تکبیر کہی جاتی ہے، صرف یہی ایک مختلف صدا ہے اس کے علاوہ ہر حرکت پر اللہ اکبر کی صدا بلند کرنے کا حکم ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ اکبر قبلہ نما ہے۔ اللہ اکبر یہ بتاتا ہے کہ تمہارا قبلہ کس طرف تھا اور تمہیں کس طرف منہ کرنا چاہیئے کیونکہ انسان کی نماز میں جو مختلف وساوس پیدا ہوتے ہیں وہ اس کی توجہ پھیرتے ہیں اور مختلف

خیالات اس کا رُخ خدا سے ہٹا کر دوسری چیزوں کی طرف بدل دیتے ہیں اور یہ کئی قسم کے ہوتے ہیں مثلاً تفکرات ہیں، اب تفکرات کا تو منافقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہر انسان کے ساتھ تفکرات لگے ہوتے ہیں لیکن فرق صرف یہ ہے کہ جو دُنیا دار ہیں اور بہت ہی ابتدائی درجہ کے مُبتدی ہیں یعنی بہت ہی شروع کے راہ چلنے والے ہیں ان کے تفکرات زیادہ تر دنیوی امور سے تعلق رکھتے ہیں نماز پڑھتے وقت جگہ جگہ یہ تفکرات پہرے لگا دیتے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ مبذول کرنے سے روکتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ معاملہ یہیں تک محدود نہیں وہ لوگ جو خدا کے زیادہ پاک بندے ہوتے ہیں اور اس راہ میں آگے بڑھنے والے ہوتے ہیں ان کو بھی بعض دفعہ تفکرات پریشان کرتے ہیں ۔ ....

پس انسان بہر حال انسان ہے۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں توجہ کرنے کے لئے تفکرات ایک روک بنتے ہیں۔ ایک اَور فرق یہ ہے کہ مُبتدی کے تفکرات اس کی نماز پر غالب آجاتے ہیں اور خدا کی راہ میں آگے بڑھنے والے یا نمازوں میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے والوں کے تفکرات پر وہ وجود خود غالب آجایا کرتے ہیں، وہ ان تفکرات کو جھٹک کر پھینک دیتے ہیں۔

پس ہر موڑ پر جب آپ اللہ اکبر کی آواز بلند کرتے ہیں تو اللہ اکبر آپ کو بتاتا ہے کہ خدا سب سے بڑا ہے۔ تفکرات کی اس وجود کی نگاہ میں کوئی قیمت نہیں رہنی چاہیئے جس کا خدا سے تعلق ہے۔ تفکرات خواہ وہ دنیا کے ہوں یا دین کے اللہ اکبر دل کو تسلّی بھی دیتا ہے، حوصلہ بھی دلاتا ہے اور قبلہ بھی درست کرتا ہے، وہ یہ بتاتا ہے کہ تفکرات کے نتیجہ میں تمہیں خدا کی طرف رخ کرنا چاہیئے جبکہ تم خدا کی طرف سے رُخ ہٹا کر تفکرات کی طرف رُخ کرنے لگے ہو۔ پس اللہ اکبر نماز کے لئے قبلہ نما ہو جاتا ہے۔ پھر بعض دفعہ انسان کی آرزوئیں اس کی توجہ خدا کی طرف سے ہٹا دیتی ہیں۔ کوئی سیر کا شوق رکھتا ہے، کوئی کھیل کا شوق رکھتا ہے، کوئی دوستوں میں مجلس لگانے کا شوق رکھتا ہے، کوئی ریڈیو سُننے کا شوق رکھتا ہے، کوئی ٹیلیویژن دیکھنے کا شوق رکھتا ہے، کسی کو کتابیں پڑھنے کی عادت ہے۔ کوئی دلچسپ کتاب پڑھتے پڑھتے نماز کا وقت آگیا کتاب اُلٹا کر نماز کی طرف بھاگا اور پھر کتاب نے اس کے خیالات کو زنجیریں پہنا دیں۔ نماز پڑھتے پڑھتے اس کتاب کا مضمون دوبارہ ذہن میں آنے لگتا ہے۔ بھوکے کو کھانے کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے اور وہ اسے نماز نہیں پڑھنے دیتی، نماز میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ نماز ختم کروں تو میں کھانا کھاؤں۔ چنانچہ نمازوں میں کسالی کی حالت اکثر انہی وجوہات سے پائی جاتی ہے یعنی وہ لوگ جو ارادۃً منافق نہ ہوں جو ارادۃً گنہگار نہ ہوں عملاً ان کی نماز میں بھی فی الحقیقت نفاق کا ایک رنگ تو ضرور پایا جاتا ہے یعنی وہ رنگ جو بشری کمزوری سے تعلق رکھتا ہے جس کے نتیجہ میں دیگر توجہات بار بار انسان کا چہرہ اپنی طرف موڑ لیتی ہیں۔

پس اللہ اکبر کی تکرار ہر ایسے موقع پر الگ الگ معنے لے کر آپ کے سامنے آئے گی۔ اللہ اکبر بتائے گا کہ تم تو کہتے تھے کہ خدا سب سے بڑا ہے اب تمہیں کھانا سب سے بڑا لگ رہا ہے۔ تم تو کہتے تھے کہ خدا سب سے بڑا ہے اب تمہیں ٹیلیویژن سب سے بڑا لگ رہا ہے۔ تم تو کہتے تھے کہ خدا سب سے بڑا ہے اب تمہیں ریڈیو بہت بڑا لگنے لگ گیا ہے۔ تم تو کہتے تھے کہ خدا سب سے بڑا ہے اب فلاں کھیل تمہیں سب سے بڑا لگنے لگ گیا ہے اور دوستوں کی مجلس زیادہ بڑی محسوس ہو رہی ہے۔ پس نماز کا قبلہ درست کرنے کے لئے اللہ اکبر کی صدا اس آدمی کے لئے ایک حیرت انگیز اثر دکھلاتی ہے جس کی توجہ اللہ اکبر کے مضمون کی طرف رہتی ہے۔ جب وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوتا ہے اُس وقت تکبیر کہنے کا ایک بہت ہی اچھا اور عظیم فائدہ یہ ہے کہ حرکت انسان کو سوچوں سے بیدار کر دیا کرتی ہے۔ حرکت ایک مخمصے میں پھنسے ہوئے انسان کو اچانک ہلاتی ہے اور جھنجھوڑ کر بیدار کرتی ہے اور یہ ایک بہترین وقت ہوتا ہے کسی کو سمجھانے کا کہ تم جانا کسی اَور طرف چاہتے تھے اور جا کسی اَور طرف رہے ہو۔

پس اللہ اکبر کی تکرار اگر آپ سمجھ کر کریں تو نفسیاتی حالت بھی اُس وقت ایسی ہوتی ہے کہ انسان اس کے اثر کو زیادہ قبول کر سکتا ہے اس لیے جہاں تک اللہ اکبر کا تعلق ہے یہ نماز کا قبلہ درست کرتا ہے اور جہاں تک نماز کا تعلق ہے یہ انسان کا قبلہ درست کرتی ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں ایک اور بڑا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ اس طرح نفس کے تجزیے کا موقع ملتا ہے۔ ہر انسان اپنی نماز کے قبلہ نما کے ذریعہ یہ محسوس کر سکتا ہے کہ اس کی حقیقی توجہ کا مرکز کہاں تک خدا ہے اور کہاں تک دوسری خواہشات ہیں، کسی حد تک وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اہل ہوا ہے اور کس حد تک نہیں ہو سکا۔ پھر خیالات مختلف حالتوں میں پکڑے جائیں گے۔ ہر بار اللہ اکبر کہنے کے وقت وہ شخص جس کی توجہ خدا کی طرف قائم نہیں وہ اپنے خیالات کو مختلف حالتوں میں پکڑے گا اور اس وقت وہ صحیح اندازہ کر سکتا ہے کہ میری اندرونی شخصیت کیا ہے کس حد تک میں خدا کا ہوں کس حد تک میرے دعووں میں سچائی ہے کتنی مجھ میں خامیاں

ہیں اور کس نوع کی خامیاں ہیں، خدا کی راہ میں روکیں پیدا کرنے والے وساوس اور نفسانی شیاطین کون کون سے ہیں، ان کی شکلیں کیا کیا ہیں اس طرح انسان کو اپنے نفس کی اصلاح کا ایک بہترین موقع میسّر آجاتا ہے کیونکہ جب دشمن پہچانا جائے تو اُس وقت اس کو شکست دینا زیادہ آسان ہوتا ہے بہ نسبت ایسے دشمن کے جو پہچانا نہ جائے اور نہ اس کے متعلق یہ پتہ چلے کہ وہ کس سمت سے حملہ کر رہا ہے۔ پس نمازیں قبلہ نما بھی ہیں اور انسان کے اندرونی دشمن کی تعیین کرنے میں بھی بڑی مدد کرتی ہیں اور اس سلسلہ میں سب سے اہم کردار بار بار تکبیر ادا کرتی ہے۔

نماز کے ذریعہ اپنے اندرونی فسادات کی تعیین

پھر عمومی طور پر یہ بات ہر انسان کے فہم میں آجاتی ہے کہ جس چیز میں کشش زیادہ ہو وہ اس چیز کے مقابل پر جس میں کشش کم ہو زیادہ قوت کے ساتھ اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ویسے تو دُنیا میں ہر چیز ایک دوسرے کو کھینچ رہی ہے۔ کوئی ایک بھی ذرّہ نہیں جو دوسرے ذرّوں کو اپنی طرف نہ کھینچ رہا ہو اور دوسرے ذرّے اُسے اپنی طرف نہ کھینچ رہے ہوں لیکن اس کے باوجود ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا نہیں جاتے، ہم دیواروں کے ساتھ چمٹ نہیں جاتے، ہم پہاڑوں کے ساتھ نہیں لگ جاتے اس لئے کہ زمین کی کشش ہمیں زیادہ قوت کے ساتھ اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ تو اس پہلو سے ہم بعینہٖ تعیین کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کشش کے مقابل پر وہ کون سی قوتیں ہیں جو ہم پر بار بار اثر انداز ہوتی ہیں اور ہمارے قبلہ کو ٹیڑھا کرتی ہیں اور کیوں خدا کی کشش ان پر غالب نہیں آتی۔ چنانچہ اس نقطہ نگاہ سے جب آپ نمازوں میں اپنے نفس کے تجزیے کے عادی ہو جاتے ہیں اور بار بار اللہ اکبر کی مدد سے اپنے اندرونی فسادات کی تعیین کرتے ہیں تو آپ کو اپنے اندر ایک نہیں بلکہ متعدد مخفی بُت نظر آئیں گے اور شرک خفی کی مختلف صورتیں اپنے وجود کے اندر دکھائی دینے لگیں گی۔ پس اس صورت میں نماز ایک آئینہ بن جاتی ہے جو آئینہ خانے کا سا منظر پیدا کرتی ہے یعنی جس سمت میں آپ دیکھیں گے نماز کے آئینہ خانے میں آپ کو کوئی نہ کوئی مخفی بُت اور کسی نہ کسی شرک کا دبا ہوا پہلو دکھائی دینے لگے گا اور اس کی تصحیح کرتے وقت آپ ہر کوشش کے بعد نسبتاً زیادہ موحّد بنتے چلے جائیں گے۔

نماز کو قبولیت کے درجہ تک پہنچانے والی خوبی

پس خدا کی جانب یہ حرکت ہی وہ مقبول چیز ہے جو کمزور انسان کی نماز کو قبولیت کے مقام تک پہنچاتی رہتی ہے۔ چنانچہ یہ خیال اور یہ وہم باطل ہے کہ چونکہ ایک کمزور انسان کی نماز کلیتہً ردّ کر دی جاتی ہے اس لئے اُسے نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر انسان کوشش اور جدوجہد کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو پہلی حالت کی نسبت ایک خفیف سا فرق بھی جو پڑتا ہے اس خفیف سے فرق کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ وہ معمولی سی حرکت بھی جو غیر اللہ سے اللہ کی جانب کی جاتی ہے اُسے اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنْ یَّعْمَلْ .... شَرًّا یَّرَہٗ ۵

(الزلزال ۹۹ آیت ۸-۹)

کہ تم جانتے نہیں خدا تعالیٰ کتنا لطیف اور خبیر ہے اور اپنے بندوں کو کتنا نوازنے والا ہے۔ معمولی سے معمولی اور ذرا سی نیکی بھی جو تم کرتے ہو وہ بھی ضائع نہیں جاتی، وہ خدا کی راہ میں مقبول ہو جاتی ہے۔ پس ایک لمبی جدوجہد جو نمازی اپنا رُخ درست کرنے کے لئے دیانت داری سے خدا کی جانب اختیار کرتا ہے اس کا ہر پہلو اُسے خدا کے قریب کر رہا ہوتا ہے، اس کی ہر آئندہ نماز پہلے کی نسبت زیادہ سنورتی چلی جاتی ہے، اس لئے نماز تو ایک بہت ہی عظیم الشان جہاد ہے، بہت ہی وسیع جہاد ہے جو بہت لمبے عرصہ تک جاری رکھنے کا متقاضی ہے۔ ایک زندگی تو کیا اگر انسان کو مسلسل کئی زندگیاں بھی مل جائیں اور وہ ان میں جہاد کرتا چلا جائے تب بھی اس کا دوسرا کنارہ نظر نہیں آئے گا لیکن اس عظیم الشان جہاد کے دوران جسے خواہ ساری انسانی عمر پر بھی پھیلا دیا جائے تب بھی کوئی ایک مقام بھی ایسا نہیں آئے گا جہاں وہ کھڑا ہو جائے کیونکہ اس کی نماز کی حالت درست کرنے کے لئے خود نماز میں ایسے محرکات موجود ہیں جو ہر وقت اُس کو ایک نیا حُسن عطا کرتے چلے جاتے ہیں۔

نماز کے الفاظ اور آیات پر غور کرنے کی اہمیت

دوسرا پہلو جس کی طرف نظر کرنے سے نماز کو بہتر بنانے کا موقع ملتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ نماز کا ایک عمومی پہلو ہے جو ہر حصہ نماز پر صادق آتا ہے اور وہ قرأتِ نماز ہے یعنی نماز کے ہر حصے میں جو

کچھ پڑھا جاتا ہے اس پر انسان غور کرے تو اس غور و فکر کے دوران اس پر بہت سی باتیں کھلنی شروع ہو جائیں گی۔ مثلاً نماز کی حالت میں نماز کے اجزاء پر غور کرنا اور اُن الفاظ و آیات پر غور کرنا جو انسان نماز میں پڑھتا ہے یہی وہ ذکر اللہ ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا زیادہ فہم و ادراک عطا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی عظمت کا زیادہ بہتر علم حاصل ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی صفات کے رنگ اپنانے کے زیادہ اچھے مواقع میسّر آنے لگتے ہیں۔ اس غور و فکر کے نتیجہ میں انسان کو بہت سی ایسی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں جو بغیر غور کے اگر آپ کروڑ دفعہ بھی نماز سے گزر جائیں تب بھی آپ کو معلوم نہیں ہو سکتیں۔ نماز میں بے شمار معارف رکھ دیئے گئے ہیں ہم روز ان سے گزرتے ہیں لیکن توجہ نہیں کرتے، غور نہیں کرتے کہ کن حالتوں میں سے گزرتے چلے جا رہے ہیں۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ تو یہ دعا ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں کیونکہ جب تک سورۃ فاتحہ کو نماز کی ہر رکعت میں پڑھا نہ جائے اس وقت تک کوئی نماز قائم رہ ہی نہیں سکتی گویا سورۃ فاتحہ نماز کی زندگی ہے۔

سورۃ فاتحہ کے لامحدود مطالب و معارف

سورۃ فاتحہ کے جو پہلے حصّے ہیں اگرچہ میں مختلف وقتوں میں ان پر روشنی ڈالتا رہا ہوں لیکن اس سے بہت زیادہ گہرائی کے ساتھ اور وسعت کے ساتھ اور عرفان کے ساتھ سورۃ فاتحہ کے عظیم محاسن پر حضرت (بانیٔ سلسلہ) روشنی ڈال چکے ہیں۔ تاہم سورہ فاتحہ کے مطالب تو محدود نہیں۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے جس پر غور و فکر کا کام ہمیشہ جاری رہے گا۔ اگر تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور سورۃ فاتحہ کے معارف لکھتے لکھتے وہ خشک ہو جائیں تب بھی اس سورۃ کے معارف کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ ہر دور میں اس کے نئے سے نئے مطالب کی طرف انسان کی توجہ پھرتی رہے گی۔ اور میں ہر نمازی سے بتکرار کہتا ہوں کہ اگر وہ نماز میں سورہ فاتحہ پر غور کرے تو ہر رکعت میں اس کی ہر آیت میں اس کو اپنی کیفیات اور حالتوں کے مطابق نئے سے نئے مطالب نظر آنے شروع ہو جائیں گے۔ یہ اتنا وسیع مضمون ہے کہ ہر انسان جو سورۃ فاتحہ کو پڑھتا ہے وہ اپنے ظرف کے مطابق اس کے معنے اخذ کرتا ہے۔ اور اس کے اخذ کردہ معنے دوسروں کے معانی سے کسی نہ کسی لحاظ سے ضرور مختلف ہوں گے اس لئے اگر اربہا ارب انسان بھی سورۃ فاتحہ پر غور کریں گے تو ان کے ظرف میں سورۃ فاتحہ کے جو معنے جھلکیں گے وہ دوسرے انسانوں سے کسی نہ کسی پہلو سے ضرور مختلف ہوں گے۔ بہر حال نماز میں جب انسان سورۃ فاتحہ کو غور سے پڑھنے کی کوشش کرتا ہے اور اس میں ڈوبنا شروع کرتا ہے اور اس کے معانی و مطالب پر غور کرتا ہے تو اس کی نمازوں کی کیفیت بدل جاتی ہے، ان میں بہت ہی زیادہ حسن پیدا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو نئے نئے عرفان عطا فرماتا چلا جاتا ہے۔

صراط مستقیم کے نتیجہ میں نصیب ہونیوالے چار مراتب

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا خصوصیت کے ساتھ نماز کو سیدھا اور درست کرنے میں مددگار بنتی ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو صراط ہم مانگ رہے ہیں وہ نماز ہی میں سے ہو کر گزرتی ہے۔ وہ راستہ جس پر سارے انعام پڑے ہیں وہ نماز ہی کا راستہ ہے۔ جب تک ہم نماز کی راہ پر چل کر ان انعامات کو پانے کی کوشش نہیں کریں گے ہم محض خوابوں کی دنیا میں بس رہے ہوں گے، حقیقت میں وہ انعام ہمیں کبھی بھی میسّر نہیں آسکیں گے۔ چنانچہ اس مضمون پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کیوں نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں انعام پانے والوں کے جو رستے معیّن کئے گئے ہیں ان کے متعلق قرآن کریم سے صاف پتہ چلتا ہے کہ صراط مستقیم پر چلنے کے نتیجہ میں چار انعامات یا چار مراتب نصیب ہوتے ہیں۔ پہلا مرتبہ صالحیت کا، دوسرا شہادت کا، تیسرا صدّیقیت کا اور چوتھا نبوت کا ہے۔ گویا جس حد تک نماز درست ہوگی اور سنورے گی اس حد تک انسان درجہ بدرجہ ان مراتب کے قریب ہوتا اور ان کو پاتا چلا جائے گا۔

پس یاد رکھیں اگر آپ کی نماز صالح نہیں ہے تو آپ اُس رستہ پر نہیں چل رہے جس پر صالحیت کا انعام پڑا ہوا ہے آپ کی نماز صالح ہوگی تو آپ صالح کہلائیں گے۔ اگر نماز فاسد رہے گی تو وہ انسان جو فاسد نماز پڑھتا ہے وہ صالح نہیں بن سکتا۔ اس لئے نماز سے باہر ایک ذرّہ بھی نعمت نہیں ہے ساری نعمتیں نماز کے اندر آگئی ہیں۔

شہادت کے متعلق عموماً یہ تصور پایا جاتا ہے کہ گویا صرف خدا کی راہ میں جان دینے کا نام شہادت ہے، حالانکہ بعض اوقات خدا کی راہ میں جان ایسی حالت میں دی جاتی ہے جب انسان بے اختیار

ہوتا ہے مجبور ہوتا ہے، جان جاتی تو خدا کی راہ ہی میں ہے مگر اس طرح کہ کسی حملہ کرنے والے نے حملہ کر دیا، اس میں انسان مجبور اور بے بس تھا اس سے ظاہر ہے کہ موت کے منہ میں آنکھیں ڈال کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے جان دینا اور چیز ہے اور خدا کی راہ میں خدا کی خاطر ویسے مرجانا اور چیز ہے۔ پس شہادت کے بھی بہت سے مراتب ہیں۔ یعنی ہر شہید کا مقام ایک نہیں رہتا۔ . . . . حضرت (بانیٔ سلسلہ) نے ایک کتاب لکھی، اُس کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ شہادت بظاہر ایک لقب ہے لیکن اس کے اندر بھی اتنے مراتب ہیں کہ لگتا ہے یہ سفر بھی کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ یعنی یہ نہیں ہے کہ آپ صالحیت میں داخل ہوئے اور اچانک صالحیت ختم ہوئی اور پھر آپ شہادت کی طرف چل پڑے۔

صالحیت کا ایک لمبا دور ہے جو بعض دفعہ انسان کی ساری زندگی پر حاوی ہوتا ہے تب بھی صالحیت کے اندر انسان کا سفر ختم نہیں ہو پاتا اور اگلے مقام کی باری نہیں آتی۔ پس وہ شہادت ہی ہے جو جان دینے سے ملتی ہے لیکن اس کے پیچھے ایک روح ہے۔ اگر وہ رُوح موجود نہ ہو تو وہ شہادت، شہادت نہیں کیونکہ شہید نام ہی اس لئے رکھا گیا ہے کہ شہید ہونے والا خدا کو رو برو دیکھ رہا ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ میرا ایک خدا ہے جس کی طرف میں جاؤں گا جس حد تک حضوری کا یہ مقام کسی کو نصیب ہوتا ہے جس حد تک اُس کی اس گواہی میں قوت پائی جاتی ہے اور ذاتی تجربہ پایا جاتا ہے کہ ہاں ایک خدا ہے اسی نسبت سے شہادت کا مقام بلند تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

شہادت کا مقام خدا کی راہ میں ایک دم جان دینے کے علاوہ دوسرے ذرائع سے بھی ملتا ہے اس لئے یہ خیال کرنا غلط ہے کہ صرف جان دینے والوں کو ہی شہید کہا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی شہید کہلاتے ہیں ان معنوں میں کہ انبیاءؑ میں صالحیت اور شہادت اور صدیقیت اور نبوّت کے چاروں مراتب الگ الگ نہیں ہوا کرتے یعنی یہ نہیں ہوتا کہ نبی پہلے صالح تھا پھر شہید ہوا پھر شہادت سے نکل کر وہ صدیقیت میں داخل ہوا پھر صدیقیت سے نبوت میں داخل ہوا بلکہ چاروں مراتب بیک وقت انہیں حاصل ہوتے ہیں اور ان کی ذات میں ہر مرتبہ اپنے درجہ کمال کو پہنچا ہوتا ہے تب ہی قرآن کریم نے انبیاء علیہم السلام کیلئے صالح کا لفظ بھی استعمال فرمایا صدیق کا لفظ بھی استعمال فرمایا شہید کا لفظ بھی استعمال فرمایا اور نبی کا بھی۔ بعض کم فہم لوگ غور نہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بعض نبی صالح ہیں بعض صدیق ہیں اور بعض شہید ہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا ہر نبی لازماً صالح بھی ہوتا ہے، لازماً شہید بھی ہوتا ہے، لازماً صدیق بھی ہوتا ہے اور لازماً نبی بھی ہوتا ہے۔

زندگی میں شہادت پانے کا گر

پس زندگی میں شہادت پانے کا گر نماز سکھاتی ہے اور پھر صرف گر ہی نہیں سکھاتی بلکہ بتا دیتی ہے کہ ہاں تمہیں شہادت نصیب ہو گئی۔ کیونکہ جس نماز میں خدا غائب سے حاضر میں آجاتا ہے جو نماز عالم الغیب والشّھادۃ کو عالم غیب سے عالم شہود میں اتار دیتی ہے وہ دراصل وہی نماز ہے جو شہادت کا مقام رکھتی ہے اور وہی نماز ہے جو نمازی کو شہید بنا دیتی ہے۔ پھر خواہ اس کی جان خدا کی راہ میں جائے یا نہ جائے اس کا اٹھنا بیٹھنا، اس کا مرنا جینا سب کچھ خدا کے لئے ہو جاتا ہے۔ پس نماز کے ذریعہ آپ کو شہادت بھی نصیب ہو گی اور جب تک نماز کی شہادت نصیب نہیں ہوتی باقی شہادتیں اس کے مقابل پر کوئی بھی معنے نہیں رکھتیں۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے یہ وہ شہادت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق احسان کے نتیجہ میں ملتی ہے۔ اور ایسا اُس وقت ہوتا ہے جب آپ اپنی توجہات کو درست کر لیتے ہیں اس کے لئے ایک بڑی لمبی محنت درکار ہے۔ ویسے لمبی محنت کے بعد بھی آپ خطرے سے خالی نہیں رہیں گے اعلیٰ مقام پر پہنچیں گے تو اعلیٰ قسم کے وساوس آپ پر حملہ کریں گے۔ جب آپ اس حالت کو درست کر لیں گے اور خدا کے حضور حاضر ہونے کی اہلیت اپنے اندر پیدا کر لیں گے اور یہ حالت اپنے اوپر وارد کر لیں گے کہ گویا آپ خدا کو دیکھ رہے ہیں اور خدا آپ کو دیکھ رہا ہے تو یہ وہ مقام شہادت ہے جو اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی دعا ہمیں سکھاتی ہے اس دعا میں ہم یہ عرض کر رہے ہوتے ہیں کہ اے خدا! ہم تجھ سے عبادت کی راہ سے وہ رستہ تلاش کرنے آئے ہیں جو بالآخر ان چاروں مقامات تک انسان کو پہنچا دیتا ہے۔ پس جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے تمام زندگی بلکہ زندگیوں کے تسلسل بھی ان مقامات پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جن لوگوں کو بیک وقت یہ سارے مقام عطا فرماتا ہے پھر ان مقامات کی لذتیں بھی ان کو بخشتا ہے اور اس طرح وہ چاروں مقامات کا حق ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ایک انسان اگر صالحیت کے مقام پر بھی پہنچ جاتا ہے تو وہ اپنی جگہ ایک بہت عظیم الشان مقام ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے نماز کی کیفیت سے آپ اس مقام کو پہچان لیں گے۔ نماز صالح ہو گئی تو آپ بھی صالح ہو گئے، نماز شہید ہو گئی تو آپ بھی شہید بن گئے، نماز صدیق ہو گئی تو آپ بھی صدیق ہو گئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر صحابہؓ کو مخاطب کر کے

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی نمازوں کے متعلق فرمایا کہ تم کہیں اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا کہ ابوبکرؓ بھی تو ہمارے جیسی نمازیں پڑھتا ہے۔ فرمایا اس کی بعض نمازیں ایسی ہیں جو تمہاری عام نمازوں سے ستر گنا زیادہ مرتبہ رکھتی ہیں۔ ستر گنا تو ایک تکمیل کا محاورہ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بعینہٖ ستر عدد شمار کر کے اُتنے گنا مرتبہ ملتا ہو بلکہ ستر کا لفظ عربی میں تکمیل کے معنے دیتا ہے، وسعت کے معنوں پر دلالت کرتا ہے، بہت زیادہ کے معنے رکھتا ہے۔

نماز میں تلاوتِ آیات کی اثر انگیزی

سُورۂ فاتحہ کے بعد دُوسرا حصہ تلاوت آیات پر مشتمل ہے۔ اب نماز میں تلاوت کے لئے بھی انسان کو ایک سے زیادہ آیات مختلف نمازوں کے لئے یاد رکھنی چاہئیں۔ بچوں کو چھوٹی عمر میں جب ہم نمازیں سکھاتے ہیں تو عموماً قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سکھا کر بتا دیا جاتا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد پہلی دو رکعتوں میں قل ھو اللہ احد پڑھ لینا اور آخری دو رکعتوں میں قل ھو اللہ احد کے بغیر بھی نماز ہو جائے گی۔ لیکن توجہ اور شدت کے ساتھ سمجھایا نہیں جاتا کہ یہ کم سے کم ہے، اس سے زیادہ تمہیں یاد کرنا چاہیئے۔ کیونکہ نماز کی حالت میں تلاوت ایک اور رنگ رکھتی ہے اور نماز کے بغیر تلاوت کا رنگ اور ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے جب یہ کہا اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا تو یہاں فجر کی نماز کی تلاوت مراد ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ آپؐ فجر کی نماز کی تلاوت کو بہت لمبا کیا کرتے تھے اور آپؐ کے صحابہؓ بھی نماز فجر کی تلاوت کو بہت لمبا کرنے کے عادی تھے۔ پس اگر اتنا لمبا نہ بھی سہی پھر بھی دیکھنا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرق کیوں کیا۔ باقی نمازوں کی تلاوتوں کے مقابل پر صبح کی نماز کی تلاوت کو کیوں لمبا کیا؟ اس لئے کہ آپؐ سمجھتے تھے کہ قرآن کریم کا منشاء کیا ہے وہاں قرآن الفجر سے مراد محض عام تلاوت نہیں بلکہ فجر کی نماز میں تلاوت قرآن مراد ہے۔ اور اگر فجر کے مضمون کو لمبا کیا جائے تو فجر سے پہلے تہجد کی نماز کی تلاوت پر بھی یہ اطلاق پاسکتا ہے۔ پس تلاوت آیات کے رنگ بدلتے چاہئیں۔ تلاوت میں تنوّع پیدا کرنا چاہیئے۔ جب آپ تلاوت کے مضمون میں داخل ہوں گے تو ہر آیت جو آپ چُنتے ہیں وہ اپنے ساتھ ایک نیا پیغام لے کر آئے گی، ایک نیا مضمون آپ پر کھولنا شروع کرے گی۔ پس اپنے بچوں کو ایک سے زائد سورتیں یاد کروائیں۔ وہ سورتیں خواہ مختصر ہوں لیکن معنوں کے ساتھ یاد کروائیں اور یہ سمجھا کر یاد کروائیں کہ جب وہ نماز پڑھیں تو ان کے معنوں پر غور کریں۔ یہ مضمون تو بہت لمبا ہے میں اس کا ایک حصہ فی الحال بیان کر کے ختم کروں گا۔ اس کے بعد پھر انشاء اللہ تعالیٰ بعض دوسرے پہلوؤں پر آئندہ روشنی ڈالوں گا۔

—— (جاری ہے) ——

مجاہدین وقفِ جدید (دفتر اطفال) کی خدمت میں ضروری گزارش

وقفِ جدید کا مالی سال ختم ہونے میں صرف تین ماہ باقی رہ گئے ہیں تمام اطفال اور ناصرات سے درخواست ہے کہ وہ اس امر کا جائزہ لیں کہ کیا آپ وقفِ جدید کے مالی جہاد میں شامل ہیں۔ اگر شامل نہیں تو اس میں شمولیت اختیار فرمائیں۔ اور اگر آپ نے وعدہ لکھوایا ہوا ہے تو اس کی ادائیگی کی طرف توجہ دیں۔ اگر بقایا دار ہیں تو جلد اپنے وعدہ کے مطابق ادائیگی فرمائیں۔ تا سال کے اختتام سے قبل آپ کا بجٹ پورا ہو جائے۔

(سیکرٹری وقفِ جدید اطفال الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

درخواست دعا

عزیزم محمد انور جو کہ گزشتہ ایک ماہ شدید بیمار رہا ہے۔ سول ہسپتال فیصل آباد میں زیر علاج تھا۔ احباب کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور عزیز [illegible] بصحت ہے اور ہسپتال سے گھر آ گیا ہے۔ مزید دعاؤں کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ جلد شفاء کامل عطا فرمائے اور ہماری پریشانیاں دور کرے۔ آمین۔ (محمد ابراہیم تجارڈی)

● خاکسار کے والد مکرم مبارک احمد صاحب طور کی گزشتہ سال گرنے کی وجہ سے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ جو بعد میں ٹھیک ہو گئی تھی لیکن اب پھر ۵ ستمبر کو والد صاحب دوبارہ گر گئے جس کی بناء پر اسی کولہے کی ہڈی اور ران کی ہڈی دوبارہ ٹوٹ گئی ہے جس کی وجہ سے والد صاحب شدید تکلیف میں ہیں احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے والد صاحب کو صحتِ کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے

(مشہود احمد شاہد مربی سلسلہ)

میرے بیٹے عزیزم ڈاکٹر محمد نصر اللہ چیمہ نے رائل کالج آف سرجری (ڈبلن) کے ایف۔ آر۔ سی۔ ایس کے فائنل امتحان میں بفضلہ تعالیٰ کامیابی حاصل کی ہے۔ الحمد للہ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو مزید دینی و دنیوی ترقیات عطا فرمائے اور نافع الناس وجود بنائے آمین۔

(محمد عبداللہ چیمہ - ۱۲/۶ دارالرحمت غربی ربوہ)

سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ کی مجالس علم و عرفان سے چند سوال اور اُن کے جوابات

سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ بیت الفضل لندن میں اکثر جمعہ و ہفتہ کے دن بعد نماز عشاء احباب جماعت میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ احباب جماعت انتہائی ذوق و شوق اور غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ ان بابرکت اور روح پرور مجالس علم و عرفان سے استفادہ کرتے ہیں۔ ان مجالس میں حاضر ہونے والے احباب مذہبی، سائنسی، تاریخی، علمی اور تحقیقی طلب امور کے بارے میں حضور سے سوالات کرتے ہیں جن کے حضور عارفانہ پُرحکمت اور تسلّی بخش جوابات عنایت فرماتے ہیں۔ ان مجالس میں احمدی اور غیر احمدی احباب کے علاوہ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے احباب بھی شریک ہو کر اپنی علمی اور روحانی پیاس بجھاتے ہیں۔

مغربی جرمنی سے شائع ہونے والے ایک جماعتی ہفت روزہ "اخبار احمدیہ" نے حضور کی مجالس علم و عرفان میں پیش کئے جانے والے چند سوال اور ان کے جوابات خلاصۃً شائع کئے ہیں۔ وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

سوال: کیا "MERCY KILLING" یعنی کسی پر رحم کھا کر اس کو مار دینا جائز ہے؟

جواب: فرمایا۔ دینِ حق اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی کو اس کی حالت پر رحم کھاتے ہوئے مار دیا جائے۔ مطلب صرف یہ ہے کہ مصنوعی طریقوں سے ہمیشہ کے لئے اس کی زندگی کو لمبا نہ کیا جائے لیکن اس کے علاوہ کسی کی زندگی کو تکلیف کی وجہ سے یا صرف بیماری سے نجات دلانے کے لئے ختم کرنے کی دین میں کوئی گنجائش نہیں۔ مثال کے طور پر اگر کسی شخص پر فالج کا حملہ ہوا ہے اس کا دماغ ماؤف ہو چکا ہے اور اس کے ہوش میں آنے کا کوئی امکان نہیں لیکن پھر بھی وہ بغیر مشینوں کی مدد کے زندہ ہے اور ممکن ہے کہ وہ کافی دیر زندہ رہے تو ایسے مریض کو ختم کرنے کا کسی کو حق نہیں۔ لیکن اگر ایسے مریض کو آکسیجن بھی مصنوعی طور پر دی جا رہی ہو اور اس کا خون بھی دل کی بجائے مشین پمپ کر رہی ہو۔ اسی طرح اس کو غذا پہنچانے کے لئے بھی مشین کا استعمال ہو رہا ہو اور ایسے مریض کے متعلق ڈاکٹروں کو کامل یقین ہو کہ یہ ایسے ہی رہے گا اور اس کے لئے صحت یاب ہو کر مشینوں کی مدد کے بغیر زندگی گزارنے کا کوئی امکان نہیں تو ایسی زندگی کو لمبا کرنے کا کیا فائدہ رہ جاتا ہے۔

(مجلس عرفان ۱۵ مارچ ۱۹۸۶ء)

سوال: حضرت آدمؑ کے متعلق عصیٰ اٰدمُ ربّہ فغویٰ کے قرآنی الفاظ کی موجودگی میں انبیاء کی معصومیت کے کیا معنی ہیں؟

جواب: فرمایا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ عصیٰ اٰدمُ ربّہ فغویٰ کہ آدم نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی اور سیدھے راستے سے ہٹ گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف تو قرآن کریم کا یہ بیان ہے اور دوسری طرف قرآن کریم نبیوں کو معصوم بیان کرتا ہے۔ آخر کار یہ تضاد کیوں ہے؟ فرمایا جہاں قرآن کریم میں عصیٰ اٰدم ربّہ فغویٰ لکھا ہے وہاں ساتھ ہی لم نجد لہٗ عزماً کے الفاظ بھی ہیں۔ اگرچہ آدمؑ نے نافرمانی تو کی لیکن اللہ تعالیٰ انہیں اس نافرمانی کا ذمہ دار نہیں سمجھتا کیونکہ حضرت آدمؑ کا وہ فعل اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ نہ تھا کیونکہ گناہ کی نیت کے ساتھ ارادۃً نہیں کیا گیا تھا۔ قرآن کریم کی اس وضاحت کے بعد کوئی تضاد نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کے کسی قانون کے خلاف جانتے بوجھتے ہوئے بغاوت کی جائے ایسا گناہ نبیوں سے سرزد نہیں ہوتا۔ لیکن لاپرواہی سے یا غیر ارادی طور پر گناہ ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم میں ایسی چند مثالیں موجود ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں دلائل دے کر ان کا دفاع کیا ہے در حقیقت جب اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے کسی فعل پر ناراضگی کا اظہار کرتا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ ان کا وہ فعل عام انسانی معیار کے مطابق گناہ کا درجہ ہی رکھتا ہو بلکہ ناراضگی کی وجہ کا تعلق ان توقعات سے ہوتا ہے جو براہ راست انبیاء کرام کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں۔ سفید کپڑے پر معمولی سے معمولی دھبہ بھی نمایاں نظر آتا ہے لیکن گندے کپڑے پر بڑے سے بڑا دھبہ بھی شاید نظر نہ آئے۔ بعض اوقات عام انسانوں کے جو کام نیکی میں شمار ہوتے ہیں انبیاء کرام جیسی بلند پایہ ہستیوں سے سرزد ہوں تو گناہ کا درجہ رکھتے ہیں بعض نبیوں کے جن کاموں پر اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے اگر کوئی عام آدمی کرتا تو اس کو انسانی فطرت کی کمزوری سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا لیکن انبیاء کرام سے اللہ تعالیٰ بہت اعلیٰ وارفع معیار کی توقع رکھتا ہے اس لئے ان کے وہ فعل بھی گناہ کہلاتے ہیں جو عام معنوں میں گناہ نہیں ہوتے۔

(مجلس عرفان ۱۲ مارچ ۱۹۸۶ء)

سوال:۔ ایک طرف "بیت السجود" میں چھوٹے بچوں کو لانے سے منع کیا جاتا ہے تاکہ نمازیوں کو تسلی کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع مل سکے لیکن دوسری حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ کے نواسے حسنؓ اور حسینؓ نماز کے دوران آپؐ کے کندھوں پر چڑھ جاتے تھے۔ اس کی وضاحت فرمادیں۔

جواب:۔ فرمایا: اس حدیث میں اس واقعہ کی پوری تفصیل موجود نہ ہونے کی وجہ سے غلط نتیجہ اخذ کر لیا گیا ہے۔ اس حدیث میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ آنحضرتؐ اس وقت مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے یا اس واقعہ کا تعلق مسجد سے ہے وہاں صرف یہ لکھا ہوا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ سجدہ کی حالت میں تھے تو حضرت امام حسنؓ آپؐ کے اوپر چڑھ گئے اور سجدہ سے اٹھتے وقت آپؐ نے ان کو نیچے اتار دیا۔ فرمایا کہ کہاں اور کن حالات میں یہ ہوا اس کی کوئی تفصیل ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ جہاں تک "بیت السجود" کا تعلق ہے ان میں کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہیئے جس سے دوسرے لوگوں کی توجہ نماز سے ہٹنے کا اندیشہ ہو ہر وہ شخص جو "بیت السجود" میں نماز کی نیت سے جاتا ہے اس کو توجہ سے نماز ادا کرنے کا حق ہونا چاہیئے۔ ہاں البتہ گھروں میں بعض اوقات ایسے واقعات ہو سکتے ہیں کیونکہ بچے گھروں میں موجود ہوتے ہیں اور بعض اوقات نماز کے وقت انہیں الگ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

سوال: برطانیہ آجکل قیدیوں کی تعداد میں اضافہ کی وجہ سے سنگین مسئلہ سے دوچار ہے۔ دین حق میں جیل یا قید کا کیا تصور ہے؟

جواب:۔ فرمایا: دین حق میں قید خانے کی قسم کی کسی چیز کا کوئی تصور موجود نہیں۔ قرآن کریم میں صرف مخرب الاخلاق عورتوں کو گھروں میں نظر بند کرنے کا حکم ضرور ملتا ہے جو معاشرے کو گندہ کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ کسی قیدی کی سزا کا ذکر نہیں اور نہ ہی جنگی قیدیوں کے علاوہ کسی اور قسم کے قیدیوں کا ذکر ہے۔ یہ جنگی قیدی وہ لوگ ہیں جنہوں نے جنگ میں ابتداء کی اور خونریز جنگ کے بعد مسلمانوں کے قیدی بن گئے اور وہ بھی جس وقت جنگی قیدی بن جاتے ہیں اس وقت سے ان کو آزاد کرنے کی کوششیں شروع ہو جاتی ہیں۔ مغربی دنیا میں قرآن میں مذکور سزاؤں پر بہت تنقید کی جاتی ہے حالانکہ ان کا اپنا طریقہ قید مجرموں کے لئے سخت اذیت ناک ہوتا ہے اور ایسی سزائیں بہت کم ان کی اصلاح کا موجب بنتی ہیں بلکہ اس کے برعکس ایک دفعہ قید کاٹ کر واپس آنیوالا شخص اس سے بڑا مجرم بن کر باہر آتا ہے جتنا وہ قید جانے میں جانے سے پیشتر تھا۔ فرمایا کہ نسبتاً معصوم انسان اندر جاتے ہیں اور وہاں سے جرائم کے ماہر بن کر واپس آتے ہیں اور اپنے اگلے جرم کی تیاری وہ قید خانے سے ہی کر کے باہر آتے ہیں اگر ایسے مجرموں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں جو شریف شہریوں کے لیے عذاب بنے رہتے ہیں تو ان کی تعداد ان لوگوں سے بہت کم ہوگی جو ان کے جرائم کے نتیجہ میں معذور کر دیئے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اس معاشرے میں بے چینی اور بدامنی کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ایک مختصر تعداد نے ایک بڑی تعداد پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ یورپین معاشرہ میں جہاں قید کی سزائیں ہیں وہاں جرائم ان ملکوں سے کہیں زیادہ ہو رہے ہیں جن میں قید کی سزائیں نہیں ہیں۔ جرائم کے اس لامتناہی سلسلے کی جڑیں غیر فطرتی اور غیر مذہبی سزاؤں میں ہیں۔ مکمل طور پر معاشرے کو پُرامن رکھنے کے لئے قرآنی سزاؤں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ انسانی فطرت سے پوری طرح آگاہ ہے لہٰذا وہ بہتر جانتا تھا کہ انسانی اقدار کی حفاظت کس طرح بہتر طریقے پر ہو سکتی ہے جو سزائیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں، وہی بہتر ہیں ایسا نہ کرنے کی صورت میں معاشرے کا وہی حال ہوگا جو مغربی معاشرے کا اس وقت ہو رہا ہے۔ (مجلس عرفان ۱۲ر اپریل ۱۹۸۶ء)

سوال: سورۃ فجر کی آیت" وَاللَّيْلِ اِذَا يَسْرِ" کا کیا مفہوم ہے؟

جواب:۔ فرمایا۔ اس آیت کا ترجمہ مختلف طریقوں سے کیا جاسکتا ہے اور جس طریقے سے بھی ترجمہ کیا جائے گا، درست ہوگا۔ اگر ایک رات سے ہم مشکلات کا ایک سال مراد لیں تو مجموعی طور پر ۱۳ راتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیال عشر ۱۰ راتیں، الشفع ۲ اور الوتر ۱ اور اس طرح یہ سب مل کر مشکلات کے وہ ۱۳ سال بنتے ہیں جو آنحضرتؐ نے مکہ میں ہجرت سے پہلے گزارے اس شدید مشکلات کے زمانہ کو رات سے تشبیہ دینا قرآن کریم کے بیان کی خوبصورتی ہے۔ واللیل اذا یسر میں بتایا گیا ہے کہ جب آخری رات صبح کی جانب رینگتی ہوئی ختم ہو جائے گی تو اس وقت مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ہوگی اور اس کے بعد اسلام تیزی کے ساتھ پھیلنا شروع ہو جائے گا۔ یہ سورۃ مکی ہے جو ہجرت سے بہت پہلے نازل ہوئی لہٰذا یہ ایک الہامی پیشگوئی تھی۔ اگر اس پیشگوئی کو ایک اور زاویئے سے دیکھا جائے تو مطلب بالکل دوسرا ہو جائے گا۔ اگر ایک رات سے مراد ایک سو سال لیئے جائیں تو چونکہ ۱۰ کے ہندسے کے ساتھ رات کا ذکر ہے اس لیئے اس سے تاریکی کے ایک ہزار سال مراد لیئے جا سکتے ہیں۔ دو اور ایک کے الفاظ کے ساتھ رات کا ذکر نہیں بلکہ صرف عدد بتایا گیا ہے۔ والشفع کا مطلب جفت اور الوتر کا مطلب ہے طاق اس لیئے بہت ممکن ہے یہ تینوں راتیں نہ ہوں۔ اسی لیئے حضرت فضل عمر نے اس کے یہ معنے کیئے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد تین صدیاں روشنی کی ہوں گی جیسا کہ آنحضرتؐ نے خود بھی بیان فرمایا ہے کہ سب سے بہترین صدی میری ہے۔ اس سے کم تر اگلی صدی ہوگی اور اس سے کم تر اس سے اگلی صدی ہوگی اور اس کے بعد دس صدیوں کی ایک لمبی رات شروع ہو جائے گی جو مکمل اندھیرے کا زمانہ ہوگا اس اندھیرے کے زمانے کے بعد مسیح موعود کی بعثت صبح کا پیغام بنکر طلوع ہوگی اس طرح مسیح موعود کی بعثت کی پیشگوئی ۱۳ صدیوں کے بعد مراد لی جائے گی حضرت فضل عمر نے تفسیر کبیر میں اس کی شاندار تفسیر بیان فرمائی۔ (مجلس عرفان ۳ر مئی ۱۹۸۶ء)

اطراف و جوانب

منظر اور پس منظر

رشوت کا سرطان

سرکاری محکموں میں رشوت کا سرطان کس حد تک سرایت کر گیا ہے اور سرکاری افسران اپنے اختیارات اور مراعات سے کس طرح تجاوز کرتے ہیں اس کا اندازہ روزنامہ جنگ کے ایک اداریتی نوٹ سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ اخبار اپنے اس اداریتی نوٹ میں رقمطراز ہے:۔

"ایک اخباری اطلاع کے مطابق صوبہ پنجاب میں ۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۵ء کے دوران ۳۰۸۹ سرکاری افسران کے خلاف رشوت ستانی میں ملوث ہونے کی بناء پر عدالتی کارروائی کی گئی۔ ۱۵۵۰ ملازمین کے مقدمات کے فیصلے ہوئے اور ۲۴۲ ملازمین کو مختلف مدت کی سزائیں سنائی گئیں۔ ۱۱۱۷ ملازمین کے خلاف محکمانہ کارروائی کا فیصلہ کیا گیا، ۱۶۵ کے خلاف کارروائی مکمل ہوئی اور ۲۴۳ ملازمین سزایاب ہوئے۔ اس دوران ۳۸۶ سرکاری گاڑیاں نجی استعمال میں لاتے ہوئے پکڑی گئیں۔ یہ اعداد و شمار صرف ایک صوبے کے متعلق ہیں۔ یہ کہنا بھی ممکن نہیں کہ رشوت ستانی کے خلاف یہ کارروائی مکمل تھی اور کوئی راشی افسر بچ نہیں سکا کیونکہ عام تأثر یہ ہے کہ اب رشوت لینے دینے کے طریقے اتنے مہذب اور غیر مرئی ہیں کہ راشی افسروں کو گرفت میں لانا آسان نہیں رہا۔ اس سے کم از کم یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ سرکاری محکموں میں رشوت کا سرطان کس حد تک سرایت کر گیا ہے اور سرکاری افسر اختیارات اور سرکاری مراعات سے کس طرح تجاوز کرتے ہیں۔ رشوت کی شرح میں اضافے کا اعتراف تو صدر ضیاء الحق نے کئی موقعوں پر کیا ہے لیکن اس کے انسداد کے لئے حکومت کا کوئی اقدام مؤثر ثابت نہیں ہوا۔ یہ بھی عام تأثر ہے کہ بڑی مچھلیوں پر ہاتھ نہیں ڈالا جاتا اور بالعموم چھوٹے اہل کار اور ملازم ہی گرفت میں آتے ہیں۔ رشوت وہ ناسور ہے جس نے سرکاری محکموں کا بھرم ختم کر دیا ہے۔ اور جن افراد کو سرکاری محکموں سے اپنے معاملات کے سلسلہ میں واسطہ پڑتا ہے انہیں سخت مایوسی کا سامنا ہوتا ہے۔ محکمہ انسداد رشوت ستانی کی کارکردگی کو بھی غیر تسلی بخش قرار دیا جانے لگا ہے۔ کالے دھن میں بھی رشوت سے حاصل کی گئی رقوم کا بڑا حصہ ہے۔ جائز ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کی ہوس نے رشوت کی گرم بازاری پیدا کی ہے۔"

(روزنامہ جنگ لاہور ۳ر اکتوبر ۱۹۸۶ء)

توجہ کے قابل یہ امر ہے کہ راشی افسروں کے خلاف جس عدالتی اور محکمانہ کارروائی اور انہیں ملنے والی جن سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے نتیجہ میں رشوت ستانی کے مرض میں نہ صرف یہ کہ کوئی افاقہ نہیں ہوا بلکہ اضافہ ہی ہوا ہے اور بقول شاعر حالت وہی ہے کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ مرض اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ اس کے متعلق لاعلاج کا فتویٰ صادر کر دیا گیا ہے۔ جبھی تو پیر علی محمد صاحب راشدی یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ پاکستان میں رشوت کو از روئے قانون جائز قرار دے دینا چاہیئے۔ (روزنامہ جنگ ۲۱ر اگست ۱۹۸۶ء) دینی احکام کی اس سے زیادہ ناقدری اور مریض طبائع پر ان کی بے اثری اور کیا ہو سکتی ہے۔!

"دین و دنیا منوّر کرنے والے" رہائشی پلاٹس

مشہور کالم نویس جناب ہمزاد عبدالقادر حسن نے اپنے کالم "سیاسی باتیں" میں "مصنوعی بحران اور متبرک پلاٹ" کے زیر عنوان دو خبروں پر تبصرہ کیا ہے دوسری خبر سے متعلق ان کا تبصرہ من و عن اُنہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔ اُن کے اس تبصرہ کا تعلق "متبرک پلاٹ" سے ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:۔

"فوری توجہ کی محتاج دوسری خبروں میں دوسری خبر بھی اسلام آباد سے آئی ہے یہ اُن خوش نصیب اسلام آبادی پلاٹوں کی خبر ہے جو اسلام آباد شہر میں دینی اور سیاسی بزرگوں کو دیئے گئے۔ ان پلاٹوں کی قسمت جاگ اٹھی اور ان پر کسی بزرگ نے بنگلہ تعمیر کرایا اور کسی نے اسے اپنے بابرکت ہاتھ لگا کر آگے کر دیا۔ دونوں صورتوں میں برکت پلاٹ کے حصہ میں ہی رہی۔ قومی اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں بتایا گیا کہ جن دینی اور سیاسی بزرگوں کو پلاٹ دیئے گئے تھے۔ ان میں مرحوم و مغفور مولانا مفتی

محمود کا نام بھی ہے۔ ایک اور معروف بزرگ مرحوم مولانا غلام غوث ہزاروی مولانا عبد الحکیم ۔ مولانا عبد الحق آف اکوڑہ خٹک اور پیر خواجہ سلیمان تونسہ شریف شامل ہیں ۔ مولانا عبد الحق کے حصہ میں ایک نہیں دو پلاٹ آئے ایں سعادت بزورِ بازو نیست ۔ آج سے پہلے یہ پلاٹ بہت بدنام تھے اور ایک طعنہ بن گئے تھے ۔ جس کے نام پر کوئی قیمتی پلاٹ لکھ دیا جاتا وہ عوام کی نظروں میں مطعون ہو جاتا۔ معلوم ہوتا ہے ان پلاٹوں کی خدا نے سُن لی ہے اور انہیں ایسے ایسے نیک نام اور دینی شخصیتوں سے منسوب کر دیا ہے کہ اب کسی کی مجال ہے جو ان کے بارہ میں کوئی ایسی ویسی بات کر سکے ۔ یہ گویا ان پلاٹوں کے حق میں مفتیانِ دینِ متین کا دینی فتویٰ بھی ہے ۔ کچھ بعید نہیں بلکہ ہم سے کوئی پوچھے تو ضروری ہے کہ مولانا کوثر نیازی جو معمول سے زیادہ بڑے پلاٹ ۱۱۲۵ مربع گز کے پلاٹ کو مشرف بہ اسلام کر چکے ہیں اپنے ٹیلیویژن کے کسی خطبہ میں ان پلاٹوں کی دینی حیثیت کے بارہ میں خطاب کریں اور ان کے بارے میں عوام میں پائی جانے والی بے بنیاد غلط فہمیاں اور بدگمانیاں دور کریں ۔ اس میں ایک ذاتی غرض بھی ہے اور وہ یہ کہ میں خوف کے مارے پلاٹ سے محروم رہا ہوں ۔ نو برس کا طویل مارشل لاء اور صدر جنرل ضیاء الحق سے بار بار ملاقاتیں گزر گئیں مگر پلاٹ سے مشرف نہ ہو سکا۔ کاش کہ پہلے پتہ چل جاتا تو بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلتا ہوا میں آج اسلام آباد کے کسی بنگلے میں مقیم ہوتا یا اس پلاٹ کو آگے کر کے جیب بھر چکا ہوتا۔ خیر کوئی بات نہیں اب تو تمام خوف حماقتیں اور اندیشے دور ہو چکے ہیں ۔ کبھی ہماری باری آئی بھی تو بزرگانِ دین کے بعد آئے گی ۔ سی ڈی اے کے چیئرمین مظہر رفیع صاحب سے گزارش ہے کہ اپنی ڈاک ذرا احتیاط سے دیکھنا شروع کر دیں ہماری درخواست ان کے پاس پہنچنے والی ہے ۔ کہیں اِدھر اُدھر نہ ہو جائے۔ ایک ایسا ہی بابرکت پلاٹ میرے نام کر دیں تا کہ دین و دنیا دونوں منوّر ہو جائیں اور میں بھی نیکو کار لوگوں کے ساتھ اٹھایا جاؤں البتہ ان بزرگوں سے ایک گلہ ضرور رہے گا کہ خود تو نیکی کما گئے اور ہمیں اس سے دور رہنے کی تلقین کرتے رہے ۔

قومی اسمبلی میں جن سیاسی بزرگوں کے نام بتائے گئے ہیں ان میں بہت سے جانے پہچانے اور مشہور سیاستدانوں کے نام ہیں ۔ ان میں اپنے وقت کے سوشلسٹ بھی ہیں ۔ اسلام پسند بھی اور غیر جانبدار بھی ۔ ان لوگوں کے ایسے کارناموں کے بارے میں بارہا لکھا جا چکا ہے ایک پلاٹ سے اس میں کچھ اضافہ نہیں ہو گا اس لئے ان کے نام دوبارہ درج کرنا کاغذ ضائع کرنا ہے اس ضمن میں اس خبر کو ہی کافی سمجھا جائے جو تمام اخباروں میں چھپ چکی ہے اور داد وصول کر رہی ہے۔" (روزنامہ جنگ لاہور ۳ر اکتوبر ۱۹۸۶ء)

بھیانک اور غایت درجہ اندوہناک

پچھلے دنوں صحت اور سماجی بھلائی کی وزیر مملکت بیگم افسر رضا قزلباش کی ایک تقریر کا خلاصہ شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے یہ چونکا دینے والا انکشاف کیا تھا کہ گزشتہ سات برسوں کے دوران منشیات کے عادی افراد کی تعداد ایک لاکھ سے بڑھ کر پچاس لاکھ ہو گئی ہے ۔

(نوائے وقت ۲۷ر ستمبر ۱۹۸۶ء)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ گزشتہ سات سال کے دوران منشیات کے عادی افراد کی تعداد میں پچاس گنا اضافہ ہوا ہے ۔ یہ اضافہ بلاشبہ نہ صرف تعجب انگیز بلکہ انتہائی طور پر تشویشناک ہے ۔ صحت اور سماجی بھلائی کی وزیر مملکت نے غالباً مجموعی طور پر ایسے لوگوں کے ہوش رُبا اعداد و شمار کا ذکر کیا تھا جو کسی نہ کسی نشہ کی لت میں گرفتار ہیں ۔ انہوں نے مختلف نشوں کے عادی افراد کے علیحدہ علیحدہ اعداد و شمار بیان نہیں کئے تھے ۔ اب پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کے رسالہ میڈیکل گزٹ نے اپنے ایک حالیہ شمارہ میں صرف ہیروئن ایسے انتہائی مہلک نشہ میں مبتلا لوگوں کی تعداد میں اضافہ کی رفتار کا ذکر کیا ہے ۔ اضافہ کی یہ رفتار اپنی جگہ کچھ کم ہوش رُبا نہیں ہے ۔ اس اضافہ کے بارہ میں روزنامہ نوائے وقت میں جو خبر شائع ہوئی ہے اس کا متن درج ذیل ہے ۔

"اسلام آباد ۲۸ر ستمبر (پ پ ۔ ا) پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کے ایک پرچے "میڈیکل گزٹ" کے مطابق ۱۹۸۴ء کے بعد پاکستان میں ہیروئن کے استعمال کے عادی افراد میں پچاس فیصد اضافہ ہوا ہے اور اس ہیروئن کی بڑی مقدار افغانستان اور بھارت سے فراہم کی جاتی رہی ۔ پاکستان میں ہیروئن استعمال کرنے والوں کی تعداد ۱۹۸۴ء میں تین لاکھ تھی جو اب بڑھ کر چار لاکھ پچاس ہزار ہو گئی ہے ۔ ایک اندازے کے مطابق ہیروئن کی سالانہ کھپت ۴۵ میٹرک ٹن بنتی ہے ۔ ۸۵ ۔ ۱۹۸۴ء کے دوران پاکستان میں افیون کی سالانہ پیداوار ۴۵ میٹرک ٹن رہی ۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹ر ستمبر ۱۹۸۶ء صٓ)

یہ بھیانک اور غایت درجہ اندوہناک صورتِ حال روحانی اقدار کے زوال اور خود روح کے اضمحلال پر دلالت کرتی ہے اور پکار پکار کر روحانی معالج کی ضرورت کا احساس دلا رہی ہے ۔ اے کاش قوم کی آنکھیں کھلیں اور وہ جسمانی علاج اور مادی تدابیر پر ہی حصر نہ کرے بلکہ پوری سرگرمی کے ساتھ روحانی معالج کی تلاش میں سرگرداں ہوتا جو عُمدہ یا بندہ کی رو سے منزل مراد کو پانے میں کامیاب ہو۔

اعلان گمشدہ رسید بک

۱۔ ایک عدد رسید بک ۱۴۲۳۸ صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان جس کی رسید نمبر ۱ تا نمبر ۱۰۰ غیر مستعملہ ہیں۔ جماعت احمدیہ فیصل آباد شہر سے گم ہوگئی ہے۔ اگر کسی کو یہ رسید بک مل جائے تو نظارت مال صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو اطلاع دیکر ممنوع فرمادیں۔ نیز کوئی صاحب اس رسید بک پر کسی کو کسی قسم کا چندہ ادا نہ فرمادیں۔

۲۔ ایک عدد رسید بک ۱۲۷۶۲ صدر انجمن احمدیہ رسید نمبر ۱ تا نمبر ۷۹ مستعمل شدہ۔ محلہ دارالرحمت شرقی ب ربوہ سے گم ہوگئی ہے۔ اگر کسی کو رسید بک مل جائے تو نظارت مال صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو اطلاع دیں۔ نیز کوئی صاحب اس رسید بک پر کسی قسم کا چندہ ادا نہ فرمادیں۔

(ناظر مال آمد)

لجنات توجہ فرمائیں

سالانہ اجتماع کے موقع پر منعقد ہونے والی شوریٰ کے لئے تجاویز جلد سے جلد ارسال فرمائیں تا ایجنڈا تیار کیا جا سکے۔

(جنرل سیکرٹری لجنہ مرکزیہ)

عنوان تقریر مقابلہ معیار کبیر

اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع پر تقریری مقابلہ کے عنوان یہ ہوں گے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچوں سے حسن سلوک۔
۲۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا عشقِ رسولؐ۔
۳۔ سیرت حضرت مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ۔
۴۔ نماز کی اہمیت۔ ۵۔ میرا نام پوچھو تو مَیں احمدی ہوں۔

(مہتمم اطفال مرکزیہ)

ضروری اعلان برائے لجنات

اجازت ملنے کی صورت میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ اور ناصرات الاحمدیہ مرکزیہ کے اجتماعات انشاء اللہ ۳۱؍ اکتوبر و ۱، ۲؍ نومبر ۱۹۸۶ء کو منعقد ہوں گے۔ ہر شہر، قصبہ اور دیہات کی صدر کی اجتماع میں شرکت لازمی ہوگی۔ انتہائی مجبوری کی صورت میں صدر اپنا نمائندہ بنا کر بھجوائے۔ جو نمائندہ اور زائرات اجتماع میں شرکت کے لئے آئیں۔ وہ مقامی صدر کی تصدیق ضرور ساتھ لائیں۔ اجتماع کے موقع پر جو مقابلے ہوں گے۔ وہ پروگرام میں شائع ہو چکے ہیں۔ مجالس ابھی سے اس طرف خصوصی توجہ دیں۔

تمام مجالس کو اجتماع کا پروگرام ارسال کیا جا چکا ہے جن تک نہ پہنچا ہو وہ دفتر سے منگوالیں نیز اجتماع کے کامیاب انعقاد کے لئے بہت دعا کریں۔

(جنرل سیکرٹری لجنہ مرکزیہ)

ولادت

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے ۴؍ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے جس کی ولادت تین بیٹیوں کے بعد ہوئی ہے۔ عزیز نومولود کا نام سید ظفر مہدی تجویز کیا گیا ہے نومولود مکرم ماسٹر عبدالجبار خاں بلوچ کا نواسہ اور مکرم سید محمد باقر خوشنویس کا پوتا اور محترم سید میر مہدی حسین موجؓ (رفیق حضرت بانیٔ سلسلہ) کا پڑپوتا ہے۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ بچے کو صحت وسلامتی والی عمر دراز عطا فرمائے۔ احمدیت کا خادم بنائے اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین

(سید بشیر حسین خوشنویس دارالنصر غربی ربوہ)

● خاکسار کو خدا تعالیٰ نے ۲۰؍ ستمبر ۱۹۸۶ء کو تیسرا بیٹا عطا فرمایا ہے جس کی ولادت تین بیٹیوں کے بعد ہوئی عزیز نومولود کا نام "مظفر عزیز" تجویز کیا گیا ہے۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے خدا تعالیٰ بچے کو صحت وسلامتی والی عمر دراز عطا فرمائے احمدیت کا خادم بنائے اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے آمین۔ (عبدالعزیز گوجرانوالہ)

وصایا

ضروری نوٹ :- مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز کی منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جا رہی ہیں کہ اگر کسی شخص کو ان وصایا میں سے کسی وصیت کے متعلق یا کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو ۱۵ یوم کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔ (سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

مسل نمبر ۲۶۱۲۶ - میں حبیب النساء زوجہ شوکت پرویز مرحوم قوم آرائیں پیشہ خانہ داری عمر ۴۲ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن کراچی ضلع کراچی۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۲/۸۶ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے ۔ (۱) چوڑیاں طلائی دو عدد وزنی ۴ اگرام مالیتی چار ہزار روپے (۲) حق مہر بذمہ خاوند ۔/۵۰۰ روپے ۔

اس وقت مجھے مبلغ ۔/۱۰۰ روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔

الامۃ :- حبیب النساء زوجہ شوکت پرویز ۳۵۸/۹ دستگیر سوسائٹی فیڈرل بی ایریا کراچی۔ گواہ شد نمبر ۱:- شوکت پرویز خاوند موصیہ ۔
گواہ شد نمبر ۲ :- شیخ شریف احمد ۶۶/۹ دستگیر سوسائٹی کراچی۔

مسل نمبر ۲۶۱۲۷ - میں حاجی غلام محی الدین ولد مولوی الف دین صاحب قوم کشمیری پیشہ پنشنر عمر ۶۵ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن ۲۳۳/۱۷ A فیڈرل بی ایریا کراچی۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۶/۸۶ بیش وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ (۱) رہائشی پلاٹ ۶۵/ے برقبہ ۲۴۰ مربع گز مالیتی ۔/۱۹۵۰۰۰ - (۲) رہائشی پلاٹ ۳۱۳/ے مالیتی ۔/۲۴۰۰۰ -

اس وقت مجھے مبلغ ۔/۲۷۵ + ۲۲۵ روپے ماہوار بصورت پنشن تدریس مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔

العبد :- حاجی غلام محی الدین ولد مولوی الف دین صاحب ۲۳۳/۱۷ اے فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸۔ گواہ شد نمبر ۱ :- عبدالمجید ناصر ولد مولوی عبداللطیف مرحوم ۱۱۸۵/۱۴ النور سوسائٹی فیڈرل بی ایریا کراچی۔
گواہ شد نمبر ۲ :- چوہدری صغیر احمد چیمہ سیکرٹری وصایا کراچی۔

مسل نمبر ۲۶۱۲۸ - میں شہناز مظفر زوجہ مظفر احمد صاحب قوم ککے زئی پیشہ خانہ داری عمر ۳۵ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن کراچی۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶/۴/۸۶ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔

۱- زیور طلائی تین سیٹ وزنی ۱۰۰ گرام مالیتی	۰۰ — ۱۸۰۰۰ روپے
۲- طلائی چوڑیاں ۲۴ عدد وزنی ۱۹۵ گرام	۰۰ — ۲۵۱۰۰ ”
۳- انگوٹھی ہیرے والی مالیتی	۰۰ — ۸۰۰۰ ”
۴- ” ” ”	۰۰ — ۳۵۰۰۰ ”

کل جائیداد ۔/۹۶۱۰۰ روپے ہے۔

اس وقت مجھے مبلغ چار صد روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع

مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے

الامۃ:۔ شہناز مظفر بی ۲۰۲ (سی بریز SEA BREEZE CENTE سنٹر) قیابان رومی کلفٹن کراچی۔

گواہ شد نمبر ۱:۔ چوہدری صغیر احمد چیمہ سیکرٹری وصایا کراچی۔

" نمبر ۲:۔ منظور احمد ولد بشیر احمد صاحب خاوند موصیہ۔

مسل نمبر ۲۶۱۲۹ ۔ میں مہر جہاں زوجہ رفیع الدین احمد صاحب قوم ... پیشہ خانہ داری عمر ۳۹ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن قیوم آباد کراچی نمبر ۴۶ ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰/۴/۸۶ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔

۱۔ طلائی کڑے سوا دو تولہ مالیتی ۔ ۴۵۰۰/- روپے

۲۔ طلائی چوڑیاں پونے دو تولہ مالیتی ۔ ۲۵۰۰/- "

۳۔ طلائی ٹکہ وزنی ایک تولہ " ۔ ۲۰۰۰/- "

۴۔ گلے کا ہار وزنی پونے دو تولہ " ۔ ۲۵۰۰/- "

۵۔ جھمکے طلائی دو عدد وزنی ایک تولہ " ۔ ۲۰۰۰/- "

کل جائیداد ۱۳۵۰۰/-

اس وقت مجھے مبلغ دو صد روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں لیکن تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔

الامۃ:۔ مہر جہاں قیوم آباد C-۲۵/۱۱ کراچی نمبر ۴۶

گواہ شد نمبر ۱:۔ مقصود احمد وصیت نمبر ۲۳۹۷۵

" " نمبر ۲ محمود احمد برادر موصیہ کراچی

مسل نمبر ۲۶۱۳۰۔ میں محمد سعید صاحب ولد مولوی محمد دین صاحب قوم سُدّر گِل پیشہ ملازمت عمر ۴۴ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن کورنگی روڈ کراچی۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸۶/۴/۴ ۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ "فی الحال نہیں ہے۔

۱۔ اس وقت مجھے مبلغ ۱۴۲۰/- روپے ماہوار بصورت تنخواہ مل رہے ہیں۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔ اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔

میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔

العبد:۔ محمد سعید ۱۹۸ ـ C P.5 کورنگی روڈ کراچی نمبر ۴۔

گواہ شد نمبر ۱:۔ مقصود احمد سیکرٹری وصایا وصیت نمبر ۲۳۴۷۵ ۔

" " نمبر ۲:۔ عبدالحمید کاہلوں وصیت نمبر ۲۰۳۶۶ ۔

مسل نمبر ۲۶۱۳۱۔ میں نسیم اختر زوجہ محمد سعید صاحب قوم سُدّر گِل پیشہ خانہ داری عمر ۴۴ سال بیعت مئی ۱۹۷۶ء ساکن کورنگی روڈ کراچی۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸۶/۴/۴ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے

۱۔ زیور طلائی کانٹے دو عدد وزنی ایک تولہ مالیتی دو ہزار روپے۔

اس وقت مجھے مبلغ یکصد روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔

[illegible]:۔ نسیم اختر زوجہ محمد سعید صاحب 198 CP5

I — E R S کورنگی روڈ کراچی نمبر ۴ -

گواہ شد نمبر ۱:- مقصود احمد وصیت نمبر ۲۳۴۷۵ -

" " نمبر ۲:- محمد سعید خان خاوند موصیہ -

مسل نمبر ۲۶۱۳۲ - میں اعجاز اقبال ولد چوہدری محمد ابراہیم صاحب قوم آرائیں پیشہ ملازمت عمر ۲۶ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن کراچی ۳۸ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۱/۲/۸۶ میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ " فی الحال نہیں ہے "۔

اس وقت مجھے مبلغ ۱۲۵۰/- روپے ماہوار بصورت ملازمت مل رہے ہیں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی - میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے -

العبد:- اعجاز اقبال ولد چوہدری محمد ابراہیم صاحب ۴-۲۷ - آر بلاک نمبر ۱۴ فیڈرل بی ایریا کراچی نمبر ۳۸ -

گواہ شد نمبر ۱:- چوہدری صغیر احمد چیمہ سیکرٹری وصایا کراچی۔

گواہ شد نمبر ۲:- شیخ نثار احمد ولد شیخ نصیرالدین دستگیر سوسائٹی کراچی ۳۸

مسل ۲۶۱۳۳ - میں اصغر شاہین بھٹی ولد چوہدری محمد صدیق بھٹی قوم راجپوت پیشہ تعلیم عمر ۱۷ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن مرڑہ چک نمبر ۴۵ ضلع شیخوپورہ - بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۷/۱۱/۸۵ میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ فی الحال کوئی نہیں" ہے

اس وقت مجھے مبلغ یکصد روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا اور اگر اس کے بعد کوئی بھی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے منظور فرمائی جائے -

العبد:- اصغر شاہین بھٹی ناصر ہوسٹل ربوہ - گواہ شد نمبر ۱:- مبشر احمد ایاز

نمبر ۲:- محمود ناصر ثاقب وصیت نمبر ۲۵۰۹۹

مسل نمبر ۲۶۱۳۵ - میں نصرت یاسمین بنت مشتاق احمد قوم چدھڑ پیشہ خانہ داری عمر ۲۴ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن دارالیمن وسطی ربوہ - بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۸/۷/۸۶ میں وصیت

کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے :- ۱۔ طلائی کانٹے ۵ ماشے مالیتی -/۹۰۰ روپے

۲ - کوکا ایک عدد -/۱۰۰ روپے

۳ - کلائی گھڑی ایک عدد -/۵۰ روپے۔ کل جائیداد -/۱۰۵۰ روپے

اس وقت مجھے مبلغ پچاس روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہو گی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔

الامۃ :۔ نصرت یاسمین بنت مشتاق احمد صاحب ۵/۹ دارالیمن غربی ربوہ

گواہ شد نمبر ۱:۔ مولوی محمد اسماعیل اسلم صدر محلہ وصیت نمبر ۷۴۴۶

" نمبر ۲:۔ بشیر احمد سیکرٹری مال دارالیمن غربی ربوہ وصیت نمبر ۱۲۵۰۵

گمشدہ دوائی

کالج روڈ پر ٹینکی والی پہاڑی اور ہائی سکول کے درمیان جاتے ہوئے ایک دوائی والی ڈبیہ گم ہو گئی ہے اس کے اوپر جرمن زبان میں ERGODESIT (SPEZIAL) لکھا ہوا ہے اگر کسی کو ملے تو وہ درج ذیل پتہ پر پہنچا دیں جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ (طاہر سلیم احمد ولد محمد مجید احمد صاحب ۱۸/۱ دارالنصر غربی ربوہ)
